الفرقان

خلافت نمبر

جلد ۲ | بابت ماہ اپریل، مئی ۱۹۵۲ء مطابق شعبان و رمضان ۱۳۷۱ھ | نمبر ۴-۵

نمبر شمار	عنوان مضمون	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱	عرضِ حال	ایڈیٹر	۳
۲	خلافتِ راشدہ کے امتیازات	امام جماعت احمدیہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ -	۴
۳	نبوت کے انعاموں کو دائمی بنانے کا ذریعہ خلافت ہے -	حضرت اُمّ المومنین سیدہ نصرت جہان بیگم رضی اللہ عنہا کا پیغام جماعت احمدیہ کے نام	۶
۴	"جماعت کے سامنے ابھی بہت بھاری کام ہے"	حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کا مشفقانہ خطاب -	۷
۵	اسلام میں خلافت کا نظام	حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم - اے	۹
۶	آیتِ استخلاف کی تفسیر (مقام خلافت)	مدیر	۱۵
۷	خلفاء راشدین کی حقانیت پر قرآنی شہادت (شیعہ صاحبان کے لئے لمحۂ فکریہ)	مدیر	۲
۸	خلفاء ثلاثہ کی حقانیت اور دیگر شیعی مسائل (شیعہ اکابر سے دلچسپ گفتگو)	حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بسمل (رضی اللہ عنہ)	۲۵
۹	جماعت احمدیہ میں سلسلۂ خلافت (احباب فریق لاہور پر مسئلۂ خلافت کے متعلق اتمام حجت)	ایڈیٹر	۳۶

نمبر شمار	عنوان مضمون	مضمون نگار	نمبر شمار
۱۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل کی وصیت نہیں فرمائی -	جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ	۴۱
۱۱	خلافت جو ہوئی قائم - ہے منہاج نبوت پر (نظم)	جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل	۴۶
۱۲	انتخاب خلفاء کے مختلف طریقے (اقتباس از ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء)	حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدث دہلوی	۴۷
۱۳	خلفاء راشدین کے کلمات طیبات	مرتبہ مولوی عبدالحمید صاحب آصف	۴۹
۱۴	زوال خلافت تمام برکات سے محرومی ہے	حضرت حنظلۃ الکاتبؓ کے تین شعر	۵۳
۱۵	قرآن مجید کا پیدا کردہ عظیم الشان انقلاب (نظم)	عزیز مکرم راجہ نذیر احمد صاحب ظفر (جامعہ احمدیہ)	۵۴
۱۶	ضرورت خلافت (اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کو کوئی معزول نہیں کر سکتا)	جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس فاضل -	۵۷
۱۷	اسلام میں خلافت تا قیامت باقی ہے	جناب مولانا ابوالبشارت عبدالغفور صاحب فاضل	۶۵
۱۸	خلافت کی اہمیت (نظم)	جناب قاضی اکمل صاحب	۷۶
۱۹	خلافت موسوی اور خلافت محمدی میں مماثلت (آیت قرآنی و بعثنا منھم اثنی عشر نقیبا کی تفسیر)	جناب ڈاکٹر غلام مصطفٰے صاحب لاہور	۷۷
۲۰	عصمت انبیاء اسلام کا بنیادی اصل ہے (حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ کی حقیقت)	جناب شیخ عبدالقادر صاحب لائل پور	۸۱
۲۱	قرآن مجید کی برکات (نظم)	مکرم امین اللہ خان صاحب سالکؔ متعلم جامعہ احمدیہ	۹۰
۲۲	جماعت احمدیہ کا عالمی پریس	سیکرٹری جنرل احمدیہ عالمی پریس	۹۱
۲۳	وصایا و تبصرہ جات		۹۲ - ۹۶
۲۴	الخلافۃ فی الاسلام (عربی مقالہ)	رئیس التحریر	الف - ب

(ابوالعطاء ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر نے خالد پریس سرگودھا میں چھپوا کر دفتر الفرقان احمد نگر (ربوہ) سے شائع کیا)

عرضِ حال

قارئین کرام! رسالہ الفرقان کا "خلافت نمبر" آپ کے ہاتھ میں ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ مسئلہ خلافت کے سارے پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاسکے۔ اور اس سلسلہ میں پیدا ہونیوالے متعدد سوالات کا حل بھی پیش کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بزرگ اہلِ قلم حضرات کے قیمتی مقالات سے یہ مقصد خاطر خواہ طور پر حاصل ہوا ہے۔

خلافت کا مسئلہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں (شیعوں اور سنیوں) میں صدہا سال سے باعثِ نزاع بنا ہوا ہے اور خود غرض لوگوں نے اسے امت میں تفرقہ و تشتت کا موجب بنا رکھا ہے۔ دونوں طرف سے روایات کا ایک لمبا سلسلہ جاری ہے۔ روایات سے ایک حد تک نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے لیکن حقیقی اور کامل فیصلہ صرف **قرآن مجید** کے رُو سے ہو سکتا ہے اسلئے اس نمبر میں خلفاء راشدینؓ کی حقانیت پر زیادہ تر قرآنی دلائل پیش کئے گئے ہیں البتہ بعض مقالات میں شیعہ بھائیوں کی مسلّمہ کتب کے بعض حوالے اور اُن کے مسلّمہ عقائد بھی پیش کئے گئے ہیں۔ اس پہلو سے اس نمبر میں ایک خصوصیت پیدا ہو گئی ہے۔

موضوعِ خلافت کے متعلق عمومی بحث میں **خلافتِ راشدہ کے امتیازات** ایک اہم ترین حصہ ہے۔ الحمدللہ کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے قلم مبارک سے ان امتیازات کی جامع اور اصولی وضاحت ہو گئی ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کا قیمتی مقالہ بھی الفرقان کے اس نمبر کا ایک امتیازی مقالہ ہے۔ حضرت اُم المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم رضی اللہ عنہا کے فرقان کے "خلافت نمبر" کے لئے لکھے ہوئے دو مقالے ہم سب کے ازدیادِ ایمان کا موجب ہیں۔ علاوہ ازیں دوسرے علماء کرام و بزرگان بھی مستحق شکریہ ہیں۔ جزاھم اللہ خیراً۔

سلسلہ احمدیہ ہمارے عقیدہ میں اسلام ہی کی **نشأۃِ ثانیہ** کا نام ہے۔ جماعت احمدیہ میں بھی خلافت کے متعلق اختلاف پیدا ہوا۔ اور ۱۹۱۴ء میں جناب مولوی محمد علی صاحب اپنے ساتھیوں کو لیکر جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔ ان بچھڑے ہوئے بھائیوں کی توجہ کیلئے بھی ایک خاص مقالہ اس نمبر میں شائع کیا جارہا ہے۔ اس مقالہ سے ثابت ہے کہ زمانہ کے تھپیڑوں نے ہمارے ان دوستوں کو خلافت کی حقیقت کو ماننے کے بہت قریب کر دیا ہے، اب وہ صرف رسمی لفظی نزاع میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ہدایت بخشے۔ آمین!

عام مسلمانوں میں یہ احساس روز بروز ترقی کر رہا ہے کہ مسلمانوں کی ترقی کا راز خلافت کے وجود اور اس سے کامل وابستگی میں مضمر ہے۔ ترکی خلافت کے زوال کے بعد یہ احساس قدرے دب سا گیا تھا مگر پاکستان بننے کے بعد پھر اُبھر آیا ہے۔ ڈھاکہ کی تازہ خبر ہے کہ مشرقی پاکستان میں "خلافت ربانی پارٹی" قائم ہوئی ہے تاکہ اسلامی نظام کے ذریعہ رُوحانی پریشانی کا ازالہ ہو۔ (اقتباس صفحہ ... پر درج ہے)

ان حالات میں الفرقان مسلمانانِ عالم کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ قدرت کے اشارہ کو سمجھیں۔ خلافت کا قیام اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ دنیا کے بحران کا ازالہ اور روحانی پریشانی کا علاج انسانوں کی خود ساختہ "خلافت" سے نہیں ہو سکتا اور نہ ہی خلافت قائم کرنا کسی سیاسی پارٹی کا کام ہے بلکہ یہ کام اُسی ربانی خلافت کے ذریعہ ہو سکتا ہے اور ہو رہا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود قائم کیا ہے وہ جو اندرونی و بیرونی مخالفتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں قائم ہے۔ اے کاش ہمارے بھائی اس طرف توجہ فرمائیں

خلافتِ راشدہ کے امتیازات

(از رشحاتِ قلم حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ)

[خاکسار نے سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ سے استفسار کیا تھا کہ :۔
"اسلامی خلافتِ راشدہ کی وہ کونسی علامتیں ہیں جن سے وہ ممتاز ہوتی ہے اور اس میں اور باقی تمام اقسامِ اقتدار، ملوکیت وغیرہ میں کھُلے طور پر فرق کیا جا سکتا ہے؟" اِس سوال کا جو جواب حضور ایدہ اللہ بنصرہ نے تحریر فرمایا وہ درج ذیل ہے:۔ (ایڈیٹر)]

"اسلام میں خلافتِ راشدہ کے مجموعی امتیازات سات ہیں :۔

اوّل :۔ انتخاب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا۔ یہاں امانت کا لفظ ہے لیکن ذکر چونکہ حکومت کا ہے اسلئے امانت سے مراد امانتِ حکومت ہے۔ آگے طریق انتخاب کو مسلمانوں پر چھوڑ دیا۔ چونکہ خلافت اُس وقت سیاسی تھی مگر اسکے ساتھ مذہبی بھی۔ اسلئے دین کے قائم ہونے تک اُس وقت کے لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انتخاب صحابہ کریں کہ وہ دین اور دیندار کو بہتر سمجھتے تھے ورنہ ہر زمانہ کے لئے طریق انتخاب الگ ہو سکتا ہے۔ اگر خلافت صحابہؓ کے بعد چلتی تو اُس پر بھی غور ہو جاتا کہ صحابہؓ کے بعد انتخاب کس طرح ہوا کرے۔ بہرحال خلافت انتخابی ہے اور انتخاب کے طریق کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر چھوڑ دیا ہے۔

دوم :۔ شریعت خلیفہ پر اُوپر سے شریعت کا دباؤ ہے وہ مشورہ کو رد کر سکتا ہے مگر شریعت کو

رد نہیں کر سکتا۔ گویا وہ کانسٹی ٹیوشنل ہیڈ ہے آزاد نہیں۔

سوم:۔ شوریٰ۔ اوپر کے دباؤ کے علاوہ نیچے کا دباؤ بھی اس پر ہے یعنی اسے تمام اہم امور میں مشورہ لینا اور جہاں تک ہو سکے اسکے ماتحت چلنا ضروری ہے۔

چہارم:۔ اندرونی دباؤ یعنی اخلاقی۔ علاوہ شریعت اور شوریٰ کے اس پر نگران اسکا وجود بھی ہے کیونکہ وہ مذہبی رہنما بھی ہے اور نمازوں کا امام بھی اس وجہ سے اسکا دماغی اور شعوری دباؤ اور نگرانی بھی اسے راہِ راست پر چلانے والا ہے جو خالص سیاسی منتخب یا غیر منتخب حاکم پر نہیں ہوتا۔

پنجم:۔ مساوات۔ خلیفہ اسلامی انسانی حقوق میں مساوی ہے جو دُنیا میں اور کسی حاکم کو حاصل نہیں۔ وہ اپنے حقوق عدالت کے ذریعہ سے لے سکتا ہے اور اس سے بھی حقوق عدالت کے ذریعہ سے لئے جا سکتے ہیں۔

ششم:۔ عصمت صغریٰ۔ عصمتِ صغریٰ اسے حاصل ہے یعنی اسے مذہبی مشین کا پُرزہ قرار دیا گیا ہے اور وعدہ کیا گیا ہے کہ ایسی غلطیوں سے اسے بچایا جائیگا جو تباہ کن ہوں اور خاص خطرات میں اسکی پالیسی کی اللہ تعالیٰ تائید کریگا اور اسے دشمنوں پر فتح دیگا گویا وہ مؤید من اللہ ہے اور دوسرا کسی قسم کا حاکم اس میں اس کا شریک نہیں۔

ہفتم:۔ وہ سیاسیات سے بالا ہوتا ہے اسلئے اس کا کسی پارٹی سے تعلق نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک باپ کی حیثیت رکھتا ہے اس کیلئے کسی پارٹی میں شامل ہونا یا اسکی طرف مائل ہونا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ" یعنی جب ایسے شخص کا انتخاب ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہ کامل انصاف سے فیصلہ کرے کسی ایک طرف خواہ شخصی ہو یا قومی ہو نہ جھکے" +

نبوّت کے انعاموں کو دائمی بنانے کا ذریعہ خلافت ہے

حضرت اُمّ المؤمنین سیّدہ نصرت جہان بیگم رضی اللہ عنہا کا جماعت احمدیہ کے نام پیغام

[نو برس قبل قادیان میں رسالہ فرقان کے دورِ اوّل میں مارچ ۱۹۴۳ء کے خلافت نمبر کے لئے حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے عاجز کی درخواست پر جماعت احمدیہ کے نام ذیل کا نہایت اہم اور محبت بھرا پیغام دیا تھا آج جبکہ الفرقان احمد نگر (ربوہ) سے اپنے دورِ ثانی میں خلافت نمبر شائع کر رہا ہے ہماری محسنہ اور ماں سے زیادہ شفیق اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا ۲۰/۲۱ اپریل کو اِس دارِ فانی سے رحلت فرما گئی ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ضروری ہے کہ حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے زندہ جاوید اور ابدی صداقت پر مشتمل پیغام کو دُہرایا جائے جو اہلِ دل کے لئے مقدس امانت اور الٰہی وصیت کی حیثیت رکھتا ہے ——— (ابوالعطاء)]

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ "فرقان" کا ایک خلافت نمبر شائع ہو رہا ہے اور مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ اِس موقع پر مَیں بھی جماعت کے نام کوئی پیغام دوں۔ اِس کے جواب میں مَیں اپنی پیاری جماعت سے صرف اِس قدر کہنا چاہتی ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے آپ لوگوں کو خلافت کے ذریعہ ایک ہاتھ پر جمع کر رکھا ہے اور اسے حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کی تکمیل اور مضبوطی کا واسطہ بنایا ہے۔ پس اس کی قدر کرو۔ کیونکہ یہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ آپ لوگ نبوّت کے انعاموں کو اپنے لئے لمبا بلکہ دائمی بنا سکتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے موجودہ خلیفہ اور میرے پیارے بچے محمود اور اس کے بھائیوں اور بہنوں اور اُن کی اولاد کے لئے بھی خاص طور پر دُعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ اُنکی زندگیوں کو لمبا کرے اور اعلیٰ سے اعلیٰ خدمتِ دین کی توفیق دے کہ اِسی میں میری ساری خوشی ہے۔ فقط والسلام

اُمّ محمود

قادیان

۳/۱۴/۱۹۴۳

"جماعت کے سامنے ابھی بہت بھاری کام ہے!"

"مَیں ساری جماعت کے لئے التزام کیساتھ دُعا کرتی ہوں"

فرزندانِ احمدیت سے حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کا مشفقانہ خطاب

[دس برس گزرے کہ رسالہ فرقان کے پہلے سال کے خلافت نمبر کے لئے خاکسار نے حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا سے درخواست کی کہ آپ جماعت کے نام کوئی پیغام عنایت فرمائیں۔ اِس پر آپ نے ازراہِ شفقت و نوازش ذیل کا پیغام عنایت فرمایا جو مارچ ۱۹۴۲ء کے رسالہ فرقان میں شائع ہو چکا ہے۔ اپنی نوع میں یہ سب سے پہلا پیغام ہے۔ الفرقان اِس قیمتی اور محبّت و شفقت سے لبریز خطاب کو احبابِ جماعت کے سامنے دُہراتے ہوئے انہیں ان کا فرض یاد دلاتا ہے کہ وہ بھی اس سراپا رحمت اور دُعائیں کرنیوالی ماں کے درجات کی بلندی کے لئے ہمیشہ دُعا کرتے رہیں۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَ اَرْضَاھَا وَرَفَعَ دَرَجَاتِھَا فِی الْجَنَّۃِ الْعُلْیَا ——— (ایڈیٹر)]

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ جماعت کے بعض نوجوانوں نے ایک رسالہ فرقان شائع کرنا شروع کیا ہے اور مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ مَیں اِس رسالہ میں جماعت کے نام کوئی پیغام دوں۔ سو مَیں یہ چند سطریں اِس خواہش کے احترام میں لکھوا رہی ہوں۔ مجھے اِس بات کے اظہار کی ضرورت نہیں کہ جماعت میں جو کام بھی تبلیغی یا تربیتی رنگ میں ہوتا ہے اس سے مجھے کس قدر خوشی ہوتی ہے اور اسی لئے اِس رسالہ کے جاری ہونے پر بھی بہت خوشی ہوئی ہے۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اِس کام کے کرنے والوں کو اخلاص اور نیک نیّتی اور حُسنِ خدمت کے اعلیٰ مقام پر قائم فرمائے اور ان کی کوشش اور خدمت کا بہتر سے بہتر نتیجہ پیدا کرے۔ گو جماعت کا سارا کام خدا کا کام ہے اور وہی اس کو اپنے فضل و کرم سے

کامیاب بنانے والا ہے مگر اللہ تعالیٰ ظاہری اسباب کے ماتحت یہ بھی پسند کرتا ہے کہ اُس کے بندے اُس کے کام میں شریک ہوں اور خدمت کا موقع پاکر ثواب حاصل کریں۔ سو میں اپنے عزیزوں سے کہتی ہوں کہ وہ اِس رسالہ کو کامیاب بنانے اور اس کے نیک مقاصد کو پُورا کرنے میں حصہ لیں۔ اِس ذریعہ سے نہ صرف وہ دین کی خدمت کا موقع پائیں گے بلکہ خدا اُن کے ذاتی کاموں میں بھی برکت ڈالے گا۔ کیونکہ جب بندہ خدا کے کام میں حصہ لیتا ہے تو پھر خدا اُن کے کام میں برکت ڈالتا ہے۔ جماعت کے سامنے ابھی بہت بھاری کام ہے اور جب تک جماعت کے سارے لوگ مرد، عورت، بوڑھے، جوان اِس میں دن رات لگ کر حصہ نہیں لیں گے وہ خدا کے سامنے سرخرو نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب لوگوں کے ساتھ ہو اور آپ کو اپنی رضا کے ماتحت چلنے کی توفیق عطا کرے۔ مَیں ساری جماعت کے لئے التزام کے ساتھ دُعا کرتی ہوں۔ جماعت کے لوگ میرے لئے اور میری اولاد کے لئے دُعا کریں اور پھر ہم سب مل کر جماعت کے لئے اور اسلام کے لئے دُعائیں کریں تاکہ خدا تعالیٰ دین و دُنیا میں ہمارے ساتھ ہو اور ہم اُس کے منشاء کے ماتحت زندگیاں گزاریں اور اُس کے سامنے سرخرو ہوکر پہنچیں۔ فقط

اُمِّ محمُود

اسلام میں خلافت کا نظام

(رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے)

محترمی مولوی ابوالعطاء صاحب ایڈیٹر رسالہ الفرقان اور پرنسپل جامعہ احمدیہ نے مجھ سے باصرار خواہش کی ہے کہ رسالہ الفرقان کے خلافت نمبر کے لئے کوئی مضمون لکھ کر ارسال کروں۔ میں اسے سراسر خدا تعالیٰ کا فضل و احسان سمجھتا ہوں کہ اُس نے مجھے ایک حد تک تحریری خدمت کی توفیق دے رکھی ہے لیکن طبیعت کی موجودہ حالت میں اور اتنے تنگ وقت پر (کیونکہ مضمون کا مطالبہ آج شام یا کل صبح تک ہے) دلجمعی کے ساتھ مضمون لکھنا ممکن نہیں پس میں فی الحال محض شرکت کے ثواب کی خاطر اور مولوی صاحب موصوف کی خواہش کے احترام میں ذیل کے مختصر نوٹ پر اکتفا کرتا ہوں وَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ۔

خلافت کا مضمون موٹے طور پر مندرجہ ذیل شاخوں میں تقسیم شدہ ہے۔ (۱) خلافت کی تعریف۔ (۲) خلافت کی ضرورت (۳) خلافت کا قیام۔ (۴) خلافت کی علامات۔ (۵) خلافت کے اختیارات۔ (۶) خلافت سے عزل کا سوال اور (۷) خلافت کا زمانہ۔ میں ان سب کے متعلق مختصر فقرات میں جواب دینے کی کوشش کروں گا واللہ الموفق والمستعان۔

خلافت کی تعریف سب سے اوّل نمبر پر خلافت کی تعریف کا سوال ہے لیعنی یہ کہ خلافت سے مراد کیا ہے اور نظامِ خلافت کِس چیز کا نام ہے؟ سو جاننا چاہیئے کہ خلافت ایک عربی لفظ ہے جس کے لغوی معنی کسی کے پیچھے آنے یا کسی کا قائم مقام بننے یا کسی کا نائب ہو کر اُس کی نیابت کے فرائض سرانجام دینے کے ہیں۔ اور اصطلاحی طور پر خلیفہ کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے اوّل وہ ربّانی مصلح جو خدا کی طرف سے دُنیا میں کسی اصلاحی کام کے لئے مامور ہو کر مبعوث کیا جاتا ہے چنانچہ اس معنی میں تمام انبیاء اور رسول خلیفۃ اللہ کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے نائب ہونے کی حیثیت میں کام کرتے ہیں اور انہی معنوں میں قرآن شریف نے حضرت آدمؑ اور حضرت داؤدؑ کو "خلیفہ" کے نام سے یاد کیا ہے۔

دوم وہ برگزیدہ شخص جو کسی نبی یا رُوحانی مصلح کی وفات کے بعد اس کے کام کی تکمیل کے لئے اس کا قائم مقام اور اس کی جماعت کا امام بنتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ بنے۔

خلافت کی ضرورت دوسرا سوال خلافت کی ضرورت کا ہے یعنی نظامِ خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟ سو اس کے متعلق جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام حکمت و دانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے قانونِ طبعی کے ماتحت انسان کی عمر محدود ہے

خلفاء کے ذریعہ خدا تعالیٰ دین کی مضبوطی کا سامان پیدا کرتا ہے اور مومنوں کی خوف کی حالت کو امن سے بدل دیتا ہے۔ یہ خلفاء صرف میری ہی عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھیراتے۔" پس جس طرح ہر درخت اپنے ظاہری پھل سے پہچانا جاتا ہے اُسی طرح ہر سچا خلیفہ اپنے اس رُوحانی پھل سے پہچانا جاتا ہے جو اس کی ذات کے ساتھ ازل سے مقدر ہو چکا ہے۔ دوسری علامت حدیث میں بیان کی گئی ہے جو یہ ہے کہ استثنائی حالات کو چھوڑ کر ہر خلیفہ کا انتخاب مومنوں کی اتفاق رائے یا کثرت رائے سے ہونا چاہیئے کیونکہ گو حقیقۃً تقدیر خدا کی چلتی ہے مگر خدا نے اپنی حکیمانہ تدبیر کے ماتحت خلفاء کے تقرر میں بظاہر مومنوں کی رائے کا بھی دخل رکھا ہوا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یدفع اللہ ویابی المومنون۔ یعنی نہ تو خدائی تقدیر ابوبکرؓ کے سوا کسی اَور کو خلیفہ بننے دیگی اور نہ ہی مومنوں کی جماعت کسی اَور کی خلافت پر راضی ہوگی۔ پس ہر خلیفہ برحق کی یہ دُہری علامت ہے کہ (۱) وہ مومنوں کے انتخاب سے قائم ہو اور (۲) خدا تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی نصرت اور تائید میں کھڑا ہو جائے اور اس کے ذریعہ دین کو تمکنت پہنچے۔ اس کے سوا بعض اَور علامتیں بھی ہیں مگر اِس جگہ اس تفصیل کی گنجائش نہیں۔

خلافت کی برکات

جیسا کہ اُوپر بتایا گیا ہے خلافت کا نظام ایک بہت ہی مبارک نظام ہے جس کے ذریعہ آفتابِ نبوت کے ظاہری غروب کے بعد اللہ تعالیٰ ماہتابِ نبوت کے طلوع کا انتظام فرماتا ہے اور الٰہی جماعت کو اُس دھکے کے خطرات سے بچا لیتا ہے جو نبی کی وفات کے بعد فوراً شیرازۂ جماعت پر ایک بھاری مصیبت کے طور پر وارد ہوتا ہے۔ نبی کا کام جیسا کہ قرآن شریف کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے تبلیغِ ہدایت کے ساتھ ساتھ مومنوں کی جماعت کی دینی تعلیم، ان کی رُوحانی اور اخلاقی تربیت اور ان کی تنظیم سے تعلق رکھتا ہے اور یہ سارے کام نبی کی وفات کے بعد خلیفۂ وقت کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں جس کا وجود جماعت کو انتشار سے بچا کر انہیں ایک منظم لڑی میں پروئے رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں نبی کا وجود جماعت کے لئے محبت اور اخلاص کے تعلقات کا روحانی مرکز ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ اتحاد اور یکجہتی اور باہمی تعاون کا زرّیں سبق سیکھتے ہیں اور خلیفہ کا وجود اس درسِ وفا کو جاری اور تازہ رکھنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اِسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے وجود کو جو ایک ہاتھ پر جمع ہونے کی وجہ سے خلیفہ کے وجود کے ساتھ لازم و ملزوم ہے ایک بہت بڑی نعمت قرار دیا ہے اور اسے انتہائی اہمیت دی ہے اور جماعت میں انتشار پیدا کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے چنانچہ فرماتے ہیں مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ یعنی جو شخص جماعت سے کٹتا اور اس کے اندر تفرقہ پیدا کرتا ہے وہ اپنے لئے آگ کا رستہ کھولتا ہے۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ۔ یعنی اے مسلمانو! تم پر تمام دینی امور میں میری سُنّت پر عمل کرنا فرض ہے اور میرے بعد میرے خلفاء کے زمانہ میں اُن کی سُنّت پر عمل کرنا بھی واجب ہوگا کیونکہ وہ خدا کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوں گے۔ پس خلافت کا نظام ایک نہایت

ہی بابرکت نظام ہے جس کے ذریعہ جماعتی اتحاد اور مرکزیت کے علاوہ جسکی ہر نو زائیدہ جماعت کو بھاری ضرورت ہوتی ہے نبوت کا نُور جماعت کے سر پر جلوہ افروز رہتا ہے اور یہ ایک بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی برکت ہے۔

خلافت کے اختیارات

اگلا سوال خلافت کے اختیارات سے تعلق رکھتا ہے۔ سو اس سوال کے جواب کو سمجھنے کے لئے بنیادی نکتہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خلافت ایک رُوحانی نظام ہے جس میں حکومت کا حق اُوپر سے نیچے کو آتا ہے اور چونکہ خلافت کا نظام نبوّت کے نظام کی فرع ہے اور دوسری طرف شریعت ہمیشہ کے لئے مکمل ہو چکی ہے اسلئے جس طرح شریعت کے حدود کے اندر اندر نبوّت کے اختیارات وسیع ہیں اسی طرح شریعت اور سُنتِ نبوّت کی حدود کے اندر اندر خلافت کے اختیارات بھی وسیع ہیں۔ یعنی ایک خلیفہ اسلامی شریعت کی حدود کے اندر اندر اور اپنے نبی متبوع کی سُنّت کے تابع رہتے ہوئے الٰہی جماعت کے نظم و نسق میں وسیع اختیارات رکھتا ہے۔ موجودہ زمانہ کے جمہوریت زدہ نوجوان اس بات پر حیران ہوتے ہیں کہ ایک واحد شخص کے اختیارات کو اتنی وسعت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے لیکن انہیں سوچنا چاہیئے کہ اوّل تو خلافت کسی جمہوری اور دنیوی نظام کا حصہ نہیں بلکہ روحانی اور دینی نظام کا حصہ ہے جس کا حق خدا تعالیٰ کے ازلی حق کا حصہ بنکر اُوپر سے نیچے کو آتا ہے اور خدا کا سایہ خلفاء کے سر پر رہتا ہے۔ دوسرے جب ایک خلیفہ کے لئے شریعت کی آہنی حدود معیّن ہیں اور نبی متبوع کی سُنّت کی چار دیواری بھی موجود ہے تو ان ٹھوس قیود کے ماتحت اس کے اختیارات کی وسعت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ نبی کے بعد خلیفہ کا وجود یقیناً ایک نعمت اور رحمت ہے اور رحمت کی وسعت بہرحال برکت کا موجب ہوتی ہے نہ کہ اعتراض کا!۔ بایں ہمہ اسلام یہ ہدایت دیتا ہے کہ چونکہ خلیفہ کے انتخاب میں بظاہر لوگوں کی رائے کا بھی دخل ہوتا ہے اسلئے اسے تمام اہم امور میں مومنوں کے مشورہ سے کام کرنا چاہیئے۔ بیشک وہ اس بات کا پابند نہیں کہ لوگوں کے مشورہ کو ہر صورت میں قبول کرے لیکن وہ مشورہ حاصل کرنے کا پابند ضرور ہے تاکہ اس طرح ایک طرف تو جماعت میں ملّی اور دینی سیاست کی تربیت کا کام جاری رہے اور دوسری طرف عام کاموں میں مشورہ قبول کرنے سے جماعت میں زیادہ بشاشت کی کیفیت پیدا ہو لیکن خاص حالات میں فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ کا مقام بھی قائم رہے۔ یہ ایک بہت لطیف فلسفہ ہے ولٰکن قلیلاً ما یتفکّرون۔

خلافت سے عزل کا سوال

جن لوگوں نے خلافت کے مقام کو نہیں سمجھا وہ بعض اوقات اپنی نادانی سے خلیفہ کے عزل کے سوال میں اُلجھنے لگتے ہیں۔ وہ دُنیا کے جمہوری نظاموں کی طرح خلافت کو بھی ایک دُنیوی نظام خیال کرکے حسبِ ضرورت خلیفہ کے عزل کا رستہ تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک انتہا درجہ کی جہالت کا خیال ہے جو خلافت کے حقیقی مقام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ حق یہ ہے کہ جیسا کہ اُوپر بتایا گیا ہے خلافت ایک رُوحانی نظام ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص تصرّف کے ماتحت نبوّت کے تتمہ اور تکملہ کے طور پر قائم کیا جاتا ہے اور گو اس میں مصلحتِ الٰہی سے بظاہر

لوگوں کی رائے کا بھی دخل ہوتا ہے مگر حقیقۃً وہ خدا تعالےٰ کی خاص تقدیر کے ماتحت قائم ہوتا ہے اور پھر وہ ایک اعلیٰ درجہ کا الہٰی انعام بھی ہے۔ پس اس کے متعلق کسی صورت میں عزل کا سوال پیدا نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے حضرت عثمانؓ کی خلافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "خدا تجھے ایک قمیص پہنائے گا مگر منافق لوگ اُسے اُتارنا چاہیں گے لیکن تم اسے ہرگز نہ اُتارنا"۔ اِس مختصر ارشاد میں خلافت کے بابرکت قیام اور عزل کی ناپاک تحریک کا سارا فلسفہ آجاتا ہے۔ پھر نادان لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر باوجود اس کے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اس کے عزل کا سوال اُٹھ سکتا ہے تو پھر نعوذ باللہ ایک نبی کے عزل کا سوال کیوں نہیں اُٹھ سکتا؟ پس حق یہی ہے کہ خلفاء کے عزل کا سوال بالکل خارج از بحث ہے اور انبیاء کی طرح ان کے مزعومہ عزل کی ایک ہی صورت ہے کہ خدا انہیں موت کے ذریعہ دُنیا سے اُٹھالے۔ خوب یاد رکھو کہ خلافت کے عزل کا سوال خلافت کے قیام کی فرع ہے نہ کہ ایک مستقل سوال۔ پس اگر یہ ایک حقیقت ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں اُس نے بار بار اعلان فرمایا ہے اور جیسا کہ ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں صراحت فرمائی ہے تو عزل کا سوال کسی سچے مومن کے دل میں ایک لمحہ کے لئے بھی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اسلام تو اس ضبط و نظم کا مذہب ہے کہ اس نے دُنیوی حکمرانوں کے متعلق بھی جو محض لوگوں کی رائے سے یا ورثہ کی صورت میں قائم ہوتے ہیں تعلیم دی ہے کہ انکے خلاف سر اُٹھانے اور انکے عزل کی کوشش کرنیکے درپے نہ ہو اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْرًا بَوَاحًا (سوائے اس کے کہ تم ان کے رویّہ میں خدائی قانون کی صریح بغاوت پاؤ) تو کیا وہ خدا کے بنائے ہوئے خلفاء اور نبی کے مقدس جانشینوں کے متعلق عزل کی اجازت دے سکتا ہے؟ هیهات هیهات لما تأمرون!۔

خلافت کا زمانہ بالآخر اِس بحث میں خلافت کے زمانہ کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ جب خلافت خدا کا ایک انعام ہے اور وہ نبوت کے کام کی تکمیل کے لئے آتی ہے تو لازماً اس کے قیام کی دو ہی شرطیں سمجھی جائیں گی۔ اوّل یہ کہ خدائے حکیم و علیم کے علم میں مومنوں کی جماعت میں اس کی اہلیت رکھنے والے لوگ موجود ہوں اور دوسرے یہ کہ نبوت کے کام کی تکمیل کے لئے اس کی ضرورت باقی ہو۔ اور چونکہ یہ دونو باتیں خدا تعالےٰ کے مخصوص علم سے تعلق رکھتی ہیں اسلئے کسی دور میں خلافت کے زمانہ کا علم بھی صرف خدا کو ہی ہوسکتا ہے۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نبوت کے متعلق فرماتا ہے اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ یعنی "اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کس کے سپرد کرے"۔ اور چونکہ خلافت کا نظام بھی نبوت کے نظام کی فرع ہے اسلئے اس کے لئے بھی یہی قانون نافذ سمجھا جائیگا جو اِس لطیف آیت میں نبوت کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ اب چونکہ حَیْثُ کا لفظ جو اِس آیت میں رکھا گیا ہے عربی زبان میں ظرفِ مکان اور ظرفِ زمان دونو طرح استعمال ہوتا ہے اسلئے اِس آیت کے مکمل معنی یہ بنینگے کہ اللہ تعالیٰ ہی اِس بات کو بہتر جانتا ہے کہ نبوت اور

اس کی اتباع میں خلافت پر کس شخص کو فائز کرے اور پھر کس عرصہ تک کے لئے اس انعام کو جاری رکھے؟ پس جب تک کسی الٰہی جماعت میں خلافت کی اہلیت رکھنے والے لوگ موجود رہیں گے اور پھر جب تک خدا کے علم میں کسی الٰہی جماعت کے لئے نبوت کے کام کی تکمیل اور اس کی تخم ریزی کے نشو ونما کی ضرورت باقی رہے گی خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور اگر کسی وقت ظاہری اور تنظیمی خلافت کا دَور دبے گا تو اس کے مقابل پر اسلام کی خدمت کیلئے روحانی خلافت کا دَور اُبھر آئے گا اور اس طرح انشاء اللہ اسلام کے باغ پر کبھی دائمی خزاں کا غلبہ نہیں ہوگا وذالک تقدیر العزیز الحکیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔

خاکسار

راقم۔ مرزا بشیر احمد۔ ربوہ

۵۲/۴/۲۷

مشرقی پاکستان میں "خلافت ربّانی پارٹی" کا قیام

پارٹی کا بنیادی مقصد پاکستان میں اسلامی سماج قائم کرنا ہے

ڈھاکہ یہاں ایک نئی پارٹی "خلافت ربّانی پارٹی" کے نام سے عالم وجود میں آئی ہے۔ اس کا مقصد پاکستان میں خلافت الٰہی کی حکومت کے تحت معیاری اسلامی سماجی نظام قائم کرنا ہے۔ اسکے کارکنوں کے اجتماع میں عنقریب عہدیداروں کے انتخابات ہونے والے ہیں۔

پارٹی کے داعیوں کا بیان ہے کہ اسوقت تک پاکستان کے کسی لیڈر نے نہیں کہا کہ اسلام کے درخشاں اصولوں پر پاکستان میں نیا سماجی نظام قائم کیا جائے گا۔ موقع پرستوں کی جتھہ بندیوں سے لوگوں کے حوصلے پست ہو رہے ہیں۔ اس صورت حال کی اصلاح کے لئے بعض سرگرم لوگ انفرادی طور پر کام کر رہے ہیں۔ مگر یہ ضروری مقصد منظم تحریک کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے جس کی بنیاد واضح اصولوں پر ہو اور اسکے ارکان صاحب ارادہ لوگ ہوں۔ اس نیک مقصد اور پاکستان کی سماجی اور دوسری ضروریات کے پیش نظر "خلافت ربّانی پارٹی" قائم کی گئی ہے۔

"خلافت ربّانی پارٹی" اس نظریہ کے ساتھ قائم کی گئی ہے کہ دنیا کو آج جس بحران نے گھیرا ہوا ہے اس سے نجات کا ذریعہ صرف اسلام ہے۔ پاکستان کے قیام کی بنیاد بھی یہی وعدہ تھا کہ یہاں اسلامی اصولوں پر سماجی نظام قائم کیا جائیگا۔ ایسا نظام جو تمام دنیا کے لئے مشعل راہ ہو اور دنیا کو روحانی پریشانی اور سماجی انتشار کے عذاب سے نجات دلائے۔ یہ وعدہ پورا نہیں کیا گیا۔ .....

..... ان تمام مشکلات کا علاج "خلافت ربّانی" کے قیام سے ہو سکتا ہے۔ خلافت ربّانی پارٹی کا یہی مقصد ہے۔"

("نوائے وقت" لاہور یکم مئی ۱۹۵۲ء)

مقامِ خلافت

آیتِ استخلاف کی تفسیر!

شیعہ و سُنّی تنازعہ کے حل کے لئے آسمانی کلید!!

ترجمہ آیت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مخلص مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ انہیں خلافت عطا فرمائے گا۔ یہ وعدہ سورۃ نور میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُم مَّا حُمِّلْتُمْ ۖ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (آیت ۵۴-۵۶)

ترجمہ:۔ اے رسول! تُو کہہ دے کہ لوگو! اللہ کی اطاعت کرو اور اِس رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم پیٹھ پھیر لوگے تو رسول پر اپنی ذمہ داری ہے اور تم اپنے فرائض کے لئے جواب دہ ہو۔ ہاں اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت یافتہ بن جاؤ گے۔ رسول کے ذمہ صرف یہی ہے کہ احکامِ خداوندی کو کھول کر پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے اعمالِ صالحہ کئے وعدہ فرماتا ہے کہ وہ ان کو یقیناً اِس سرزمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا اُس نے اُن لوگوں کو خلیفہ بنایا جو اُن سے پہلے تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ ان مومنوں کے لئے پسند کردہ دین کو تمکنت بخشیگا اور انکے خوف کے بعد انہیں امن عطا فرمائے گا۔ وہ صرف میری (اللہ کی) عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اسکے بعد بھی جو کفر کریں گے وہ بڑے فاسق ہونگے۔ اے مومنو! تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اِس رسول کی اطاعت کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔"

ان تین آیات میں جو باہم مربوط ہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی تاکید کی گئی ہے۔ آیت استخلاف سے پہلے بھی اور اسکے بعد بھی اَطِيعُوا الرَّسُولَ کا ارشاد دُہرایا گیا ہے۔ اِس سے بالبداہت ظاہر ہے کہ یہ سلسلہ

خلافت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں آپ کی اطاعت کی شرط سے مشروط طور پر قائم کیا جانے والا ہے اور یہ ایک دائمی سلسلہ ہے۔

شانِ نزول آیت استخلاف کے شانِ نزول کے بارے میں لکھا ہے:۔

(الف) "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ مکثوا بمکۃ عشر سنین خائفین ولما ھاجروا کانوا بالمدینۃ یصبحون بالسلاح فنزلت۔"
(مدارک التنزیل نسفی)

(ب) "لما قدم رسول اللہ واصحابہ بالمدینۃ وآوتھم الانصار رمتھم العرب عن قوس واحدۃ وکانوا لا یبیتون الا مع السلاح ولا یصبحون الا فیہ فقالوا ترون انا نعیش حتی نبیت آمنین مطمئنین لا نخاف الا اللہ فنزلت ھذہ الآیۃ۔"
(مجمع البیان تفسیر شیعہ)

گویا ہر دو سُنّی اور شیعہ مفسّرین کا اتفاق ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہؓ کو مدینہ میں بھی دشمنوں نے امن سے نہ بیٹھنے دیا اور صحابہ مدینہ میں دن رات ہتھیار بند رہتے تھے تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ان سے وعدہ کیا کہ تم پر امن کے دن آئیں گے۔ بلکہ ہم تمہیں اقتدار حکومت اور خلافت عطا کریں گے۔

اِس شانِ نزول کے مطابق تمام مفسّرین کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس وعدہ کو پُورا فرما دیا۔ شیعہ مفسّر لکھتے ہیں:۔

"قال مقاتل قد فعل اللہ ذلک بھم و بمن کان بعدھم من ھذہ الامۃ مکّن لھم فی الارض و ابدلھم امناً من بعد خوف و بسط لھم فی الارض فقد انجز موعدہ لھم۔" (مجمع البیان زیر آیت استخلاف)

کہ "اللہ تعالیٰ نے صحابہ اور تابعین کے ساتھ اپنا وعدہ پُورا کر دیا کہ اُس نے اُنہیں زمین میں طاقت بخشی، ان کے خوف کو امن سے بدل دیا اور زمین میں وسعت عطا فرمائی۔ سو اسکا وعدہ پُورا ہو گیا۔"

اندریں صورت یہ آیت خلفاء راشدین کی صداقت پر زبردست دلیل ہے۔ اسی لئے امام ابو البرکات لکھتے ہیں:۔

"والآیۃ اوضح دلیل علی صحۃ خلافۃ الخلفاء الراشدین رضی اللہ عنھم لان المستخلفین الذین آمنوا و عملوا الصالحات ھم ھم۔" (تفسیر نسفی زیر آیت مذکورہ)

کہ "یہ آیت خلفاء راشدین کی خلافت کے برحق ہونے پر واضح ترین دلیل ہے کیونکہ آیت کے رُو سے جن صالح اور ایمانداروں کو خلیفہ بنایا گیا وہ وہی تھے۔"

آیت استخلاف اور امام مہدی شیعہ روایات میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ آیت استخلاف امام مہدی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ "نزلت فی المھدی" (بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۳) شیعہ تفسیر مجمع البیان میں لکھا ہے:۔

"واختلف فی الآیۃ فقیل انها
واردۃ فی اصحاب النبیؐ وقیل هی
عامۃ فی اُمّۃ محمّدؐ عن ابن عباسؓ
ومجاهدٍ والمروی عن اهل البیت
انها فی المهدی من آل محمّدٍ"
(مجمع البیان جلد ۱۸ ص۱۶۶)

کہ "بعض لوگوں نے اِس آیت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے متعلق قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور مجاہد کی روایت ہے کہ یہ آیت ساری اُمت کے حق میں ہے۔ اہل بیت سے مروی ہے کہ یہ آیت آلِ محمد کے امام مہدی کے حق میں ہے"

شیعہ صاحبان نے اپنی اِس تفسیر کی بُنیاد اِس نظریّہ پر رکھی ہے کہ:۔

"اِنّ التمکین فی الارض علی
الاطلاق لم یتّفق فیما مضی
فهو منتظر لانّ اللہ عزّ اسمه
لا یخلف وعدہٗ" (مجمع البیان)

"چونکہ دینِ اسلام کو ساری زمین میں مطلق طور پر زمانہ ماضی میں غلبہ حاصل نہیں ہوُا اسلئے ہم اس کے منتظر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا"

مصداقِ آیت کی تعیین | شانِ نزول سے آیت کا عمومی مفہوم محدود نہیں ہوجاتا بلکہ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلویؒ نے تحقیق فرمائی ہے شانِ نزول کا صرف اتنا مطلب ہوتا ہے کہ اِس موقع پر بھی آیت چسپاں ہوتی ہے (الفوز الکبیر) پس آیتِ استخلاف کا وعدہ کسی ایک فرد یا جماعت میں محدود نہیں مانا جائے گا۔ بلکہ نزولِ آیت سے لیکر تا قیامت جن پاک وجودوں پر اِس آیت کا انطباق ہوگا اور اِس آیت میں بیان شدہ علامات جن پر صادق آئیں گی وہ سب اِس کے مصداق ہوں گے۔ اور ظاہر ہے کہ خلفاء راشدین اِس آیت کے اوّلین مصداق ہیں کیونکہ آیت میں مذکورہ علامات سب سے پہلے ان کے عہدِ خلافت میں متحقق ہوئی ہیں۔ پھر بلاشبہ یہ بھی درست ہے کہ جب خلافتِ محمّدیہ کا دامن قیامت تک وسیع ہے تو امام مہدیؑ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک خلیفہ ہی ہوگا۔ پس شیعہ صاحبان کا محض امام مہدی کے انتظار میں خلافتِ خلفاء راشدین (جن میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں) کو آیتِ استخلاف سے باہر قرار دینا ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔

خلافت کا مفہوم | خلافت کے لغوی معنے نیابت اور جانشینی کے ہیں اصطلاحاً نبی کے قائم مقام کو خلیفہ کہتے ہیں۔

(۱) امام ابن اثیر لکھتے ہیں "الخلیفۃ من یقوم مقام الذاهب ویسد مسدّہٗ"
(النہایہ جلد ۱ ص۳۱۵)

(۲) علامہ ابن خلدون کا قول ہے "ومقصود
الشارع بالنّاس صلاح آخرتهم
فوجب بمقتضی الشرائع حمل
الکافّۃ علی الاحکام الشرعیّۃ
فی احوال دنیاهم وآخرتهم

وکان ھذا الحکم لاھل الشریعۃ وھم الانبیاء ومن قام فیہ مقامھم وھم الخلفاء فقد تبیّن من ذٰلک معنی الخلافۃ۔" (مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۵۹)

(۳) امام البیضاوی لکھتے ہیں "والخلیفۃ من یخلف غیرہ وینوب منابہ والھاء فیہ للمبالغۃ۔"

(تفسیر بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۵۹)

پس خلافت نبی کی قائم مقامی کا نام ہے۔ یہی وہ موعودہ خلافت ہے جس کا آیتِ استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ اور یہی خلافت شیعوں اور سُنّیوں میں محلِ نزاع ہے۔

کیا خلافت کے ساتھ حکومت لازمی ہے؟

نبی بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے مبعوث ہوتا ہے۔ مادی حکومت قائم کرنا اُس کا نصب العین نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے انبیاء کو اپنی زندگی میں حکومت حاصل نہیں ہوتی۔ پس جب نبوّت کے ساتھ حکومت کا ہونا لازمی نہیں تو خلافت کے ساتھ حکومت کو کیونکر لازمی قرار دیا جا سکتا ہے؟ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:-

"ان الخلافۃ قد وجدت بدون الملک اولاً ثم التبست معانیھما واختلطت ثم انفرد الملک۔" (مقدمہ صفحہ ۱۷۲)

کہ "پہلے کئی مرتبہ خلافت بادشاہی کے بغیر وقوع پذیر ہوئی اور کئی مرتبہ حکومت اور خلافت یکجا پائی گئیں اور پھر بادشاہت منفرد طور پر پائی گئی۔"

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی نبوّت اور خلافت کی تشریح میں نہایت لطیف رنگ میں رقمطراز ہیں:-

"نبوّت آنست کہ ارادۂ الٰہی متعلق شود بصلاح عالم و کبت مفسدین کفار و ترویج شریعت در ضمن افعال و اقوال پیغامبر۔ و خلافت آنست کہ متعلق شود ارادۂ الٰہیہ بتکمیل افعال پیغامبر و ضبط اقوال و اشاعت نور او و غلبۂ دین او در ضمن قیام شخصے از امت بخلافت پیغامبر و داعیۂ اعلائے دین پیغامبر در خاطر شخصے ریزند و از انجا منعکس شود بسائر اُمت و ایں عزیز در قوّت عاقلہ و قوّت عاملہ نسبتے دارد بانفس پیغامبر پس محدّث باشد و فراست او موافق وحی افتد و انواع کرامات و مقامات کہ باں کمالِ نفس او باعتبار قوّت عاملہ شناختہ شود دریں عزیز موجود باشد۔ لابد صورت خلیفہ مے باید کہ موافق باشد با صورت پیغامبر اگر پیغامبر بادشاہ است خلیفہ لامحالہ بادشاہ خواہد بود اگر حَبر است و زاہد لابد خلیفہ ہمان صفت خواہد بود۔۔۔۔

۔۔۔۔ پیغامبراں گاہے بصورت بادشاہاں بروز میکردند مانند حضرت داؤد و

سلیمان علیہما السلام ہوگا ہے بصورتِ
احیاء مانند حضرت زکریا علیہ السلام گاہے
بصورتِ زہاد مانند حضرت یونس و حضرت
یحییٰ علیہما السلام" (ازالۃ الخفاء ص ۲۵۹، ۲۶۰)

یعنی "نبوت کے ذریعہ ارادۂ الٰہیہ یہ ہوتا ہے کہ دُنیا کی اصلاح کی جائے اور مفسدین و کفار کو شر سے باز رکھا جائے اور پیغمبر کے قول اور فعل کے ذریعہ شریعت کو جاری کیا جائے ۔ خلافت کے ذریعہ ارادۂ الٰہیہ یہ ہوتا ہے کہ پیغمبر کی اُمت میں سے ایک شخص کو خلیفہ بنا کر اسکے ذریعہ پیغامبر کے کارناموں کی تکمیل کی جائے۔ اس کے اقوال کو محفوظ کیا جائے پیغمبر کے نور کی اشاعت کی جائے اور اُس کے لائے ہوئے دین کے غالب کرنیکا کامل جذبہ اس کے دل میں پیدا کیا جائے ۔ ایسا خلیفہ اپنی قوتِ عاقلہ و قوتِ عاملہ میں پیغمبر کی ذات سے ایسا لگاؤ رکھتا ہے کہ وہ ملہم ہو جاتا ہے اور اسکی فراست وحیٔ ربانی سے موافقت رکھتی ہے اور اس کے کمالِ نفس پر مختلف کرامات اور روحانی برکات دلالت کرتی ہیں ۔ نہایت ضروری ہے کہ خلیفہ اپنی معنوی صورت میں نبی کے مطابق ہو یعنی اگر نبی بادشاہ ہے تو اس کا خلیفہ بھی بادشاہ ہو۔ اگر نبی ظاہری حکومت کے بغیر درویشی اور زہد کے لباس میں ظاہر ہوا ہو تو خلیفہ بھی اسی رنگ پر ہوگا ...... کبھی رسول بطور بادشاہ ظاہر ہوئے ہیں جیسے حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ تھے اور بعض رسول محض ربانی علم سے مزین تھے جیسے حضرت زکریاؑ اور بعض رسول زاہدوں کی صورت میں ظاہر ہوئے تھے جیسے حضرت یونسؑ اور حضرت یحییٰ تھے"۔

ان حوالہ جات سے ثابت ہے کہ از روئے واقعات اور از روئے مسلّماتِ ائمہ ہر خلیفہ کے لئے بادشاہ ہونا ضروری نہیں ۔ اور در اصل خلافت کی حقیقت روحانی اور معنوی طور پر اپنے نبی متبوع سے مشابہت پیدا کرنا ہے ۔ خلافت تو کجا نبوت کے لئے بھی بادشاہت لازمی نہیں ۔ بہت سے نبی صرف حَبر اور زاہد بھی گزرے ہیں ۔ ایسے انبیاء کے بعد بھی سلسلہ خلافت جاری رہا ہے ۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر فرمایا ہے ۔ مَا کَانَتْ نُبُوَّۃٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَھَا خِلَافَۃٌ (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۱۹) کہ ہر نبوت کے بعد خلافت ہوتی رہی ہے ۔

آیت کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ کی تشریح !

اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اُمتِ مسلمہ میں خلافت کو جاری کرے گا اور ان میں خلیفہ بنائے گا جیسے اُس نے اُن سے پہلے لوگوں میں خلفاء بنائے ۔ آیت کے حصہ

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ میں عمومیت پائی جاتی ہے مسلمانوں سے پہلی اُمتوں میں جماعتی استخلاف کے علاوہ فردی استخلاف بھی ہوتا تھا۔ آیت سے ظاہر ہے کہ مسلمان بحیثیت جماعت بھی سابق اُمتوں کے خلیفے ہیں اور مسلمانوں میں ایسے افراد بھی ہوں گے جو بطور فرد اپنے نبی کے جانشین اور قائم مقام ہوں گے۔ نیز یہ بھی ثابت ہے کہ وہ جانشینِ انبیاء مختلف مراتب کے ہونگے۔

علامہ رازیؒ اس حصۂ آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اَمّا قوله كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ يعنى كما استخلف هارون ويوشع وداؤد وسليمان وتقدير النظم ليستخلفنّهم استخلافاً كاستخلاف من قبلهم من هٰؤلاء الانبياء عليهم السّلام" (تفسیر کبیر رازی جلد ۶ صفحہ ۳۰۲)

"کہ آیت کی ترکیب کے لحاظ سے معنے یہ ہونگے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں ویسے ہی خلیفے بنائے گا جیسے اُس نے پہلے ہارون، یوشع، داؤد اور سلیمان علیہم السلام کو خلیفہ بنایا۔"

پس آیت کریمہ کا لفظ كَمَا جو مشابہت کے لئے آیا ہے مسئلہ خلافت کے بارے میں بہت سے نزاعوں کو حل کر دیتا ہے۔ اس سے متعین ہو جاتا ہے کہ اُمتِ مُسلمہ کے جملہ خلفاء اُمت کے افراد ہیں باہر سے یا آسمانوں پر سے اُترنے والا کوئی وجود ہماری اُمت میں منصبِ خلافت پر سرفراز نہ ہوگا۔

نیز اس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں قائم ہونے والے بعض خلفاء انبیاء کے درجات کو پانے والے بھی ہوں گے ایسی خلافت کو "خلافة على منهاج النبوّة" بھی کہتے ہیں۔

پھر لفظ كَمَا سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اُمتِ محمدیہ کے خلفاء راشدین کی صداقت انہی اصولوں اور قواعد سے پرکھی جائے گی جن اصولوں کی بناء پر پہلے خلفاء کی حقانیت معلوم کی جاتی رہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا ان کی تائید و نصرت کرنا۔ ان کے ذریعہ دینِ حق کو تمکنت بخشنا اور ان کے ذریعہ اُمت کے خوف و خطر والے حالات کو امن سے بدل دینا۔

پس لفظ كما استخلف الّذين من قبلهم اہلِ غور و فکر کے لئے مسئلہ خلافت میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ مندرجہ بالا اصول پر تدبر کرنیوالا کوئی انسان خلفاء راشدین کی صداقت کا انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی تائید و نصرت ظاہر و باہر امر ہے۔ ان کے ذریعہ سے دین کو تقویت اور تمکنت حاصل ہونا نا قابلِ انکار صداقت ہے اور ان کے ذریعہ سے مسلمانوں کے خوف کا امن سے بدلا جانا آفتابِ نصف النہار کی طرح واضح ہے۔ سو جب قرآنی اصول اور تاریخی حقائق خلفاء کی صداقت پر شاہدِ ناطق ہیں تو محض وہم سے ان کا انکار کرنا خطرناک قدم ہے۔ دراصل یہ الٰہی فیصلہ کا انکار ہے۔

خلافت وہبی چیز ہے جن لوگوں نے خلافت کی حقیقت پر غور نہیں کیا وہ اسے ایک عام انتخابی چیز سمجھتے

ہیں اور دُنیا کے الیکشنوں کی طرح اسے بھی ایک الیکشن کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ یہ تو درست ہے کہ خلافت کی تعیین میں مومنوں کے مشورہ اور آراء کا دخل ہوتا ہے (امرھم شوریٰ بینھم) لیکن یہ غلط ہے کہ خلافت کسب اور جدوجہد سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ بتلا رہا ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اور وہ اپنے فضل سے مستحق انسان کو اس منصب پر سرفراز کرتا ہے۔ اور اس لحاظ سے خلافت بھی نبوت کی طرح وہبی چیز ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:۔

"چنانکہ نبوت مکتسب و جبلی نیست ہم چنیں خلافت خاصہ پیغامبر نیز مکتسب و جبلی نیست۔ ارادہ الٰہی از فوق سبع سمٰوات نازل مے شود برائے تمشیت ہدایت پیغامبر درمیان مردم و اتمام نور او و اظہار دین او و انجاز موعود برائے او پس داعیہ احداث میفرماید در قلب خلیفہ" (ازالۃ الخفاء ص۵۲)

خلفاء کے انتخاب میں مومنوں کی آراء مشیتِ الٰہی کا آئینہ ہوتی ہیں

خلافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک موہبت ہے۔ اس میں مومنوں کی آراء درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مشیت کا آئینہ ہوتی ہیں۔ حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر فانھما حبل اللہ الممدود فمن تمسک بھما فقد تمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا۔ (ازالۃ الخفاء ص۹۶)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء کرنا۔ وہ دونو خدا کا قائم کردہ رسہ ہیں جو اس سے تمسک کریگا وہ ایسے مضبوط کڑے کو چنگل مارنے والا قرار پائیگا جو ٹوٹ نہیں سکتا۔"

اس حدیث نبوی میں انتخاب سے ہونیوالے خلفاء کو عروۃ وثقیٰ قرار دیا گیا ہے تا یہ ظاہر ہو کہ صحابہؓ کا وہ انتخاب اصل میں مشیتِ الٰہی کا آئینہ دار تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امیر معاویہ کے نام خط میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر و عمر و عثمان علی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد و انما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل و سموہ اماما کان ذالک رضی" (نہج البلاغۃ جلد ۳ ص۸ مطبوعہ مصر)

یعنی "میری بیعت اُن لوگوں نے کی ہے جنہوں نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی بیعت کی تھی اور اُسی طریق پر کی ہے جس طریق پر انکی کی تھی۔ اب حاضر کو پیچھے ہٹنے کا اختیار نہیں اور غائب کو رد کرنیکا حق نہیں۔

شوریٰ تو مہاجرین اور انصار کی ہوتی ہے۔ جب وہ ایک شخص کے انتخاب پر متفق ہو جائیں اور اسے امام مقرر کر لیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی دلیل ہے۔"

یہ اقتباس بھی اس بات پر صریح دلیل ہے کہ خلفاء کے انتخاب میں مومنوں کی آراء مشیت الٰہی کی آئینہ دار ہوتی ہیں اور دراصل یہ انتخاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔

آیتِ استخلاف مسئلہ خلافت میں حَکَم ناطق ہے!

الغرض آیتِ استخلاف اپنے مضمون اور بیان کردہ معیاروں کے لحاظ سے خلافت کے نزاع میں حَکَم ناطق ہے۔ نبی کی وفات پر اُمت کے شیرازہ کو درہم برہم ہونے سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ خود خلافت کا نظام قائم کرتا ہے۔ صحابہؓ کو اللہ تعالیٰ نے اذن دفاع دیتے وقت ان کی شان میں فرمایا تھا:۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ (الحج)

کہ "یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ہم انکو زمین میں تمکنت بخشیں گے تو یہ نماز و زکوٰۃ کو قائم کرینگے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرینگے۔ تمام امور کا انجام اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔" چنانچہ اسکے بعد وعدہ استخلاف کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو خلافت بخشی تو انہوں نے ان تمام نیکیوں کو قائم کیا۔ پس آیتِ استخلاف میں خلفاء کے قیام اور اُن کے عہدِ خلافت میں دین کی اشاعت اور تمکنت نیز مسلمانوں کے خوف کے امن سے بدلے جانے کی جو علامات مذکور ہیں وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت میں بدرجہ اتم ظہور پذیر ہوئیں اسلئے ان کی خلافت کا انکار کرنا آیتِ استخلاف کی تکذیب کرنا ہے۔ اگر شیعہ صاحبان اور دوسرے منکرینِ خلافتِ خلفاء راشدین آیتِ استخلاف پر غور کریں تو اُن پر کھل جائے گا کہ اس تنازعہ کے حل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آیتِ استخلاف کو بطور آسمانی کلید کے نازل فرمایا ہے +

(بقیہ صفحہ ۱۲)

مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (سورۃ النحل)

ترجمہ:۔ "جن لوگوں نے مظلوم ہونیکے بعد اللہ کی خاطر ہجرت کی ہے ہم دُنیا میں بھی ان کیلئے اچھے ٹھکانے بنائیںگے اور آخرت کا اجر بہت بڑا ہے۔ کاش لوگ جانتے۔" اس آیت کی تفسیر میں شیعہ مفسر لکھتے ہیں:۔

"لنبوئنهم فی الدنیا حسنة ای بلدة حسنة بدل دطانهم وهی المدینة عن ابن عباسؓ قیل لنعطینهم حالة حسنة وهی الفتح والنصر" (البیان [illegible])

ترجمہ: "ہم ان مظلوم مومنوں کو دُنیا میں بھی حسنہ دینگے یعنی اچھا شہر۔ مدینہ منورہ دینگے۔ ابن عباسؓ سے یہ تفسیر مروی ہے۔ دوسرے لوگوں نے کہا کہ حسنہ سے مراد اچھی حالت ہے جس سے فتح و نصرت مراد ہے۔"

حضرات خلفاءِ ثلاثہؓ مکہ شریف میں مظلوم تھے، وہ سچے مہاجر اور حقیقی مومن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اُن کو دنیا میں بھی عمدہ ٹھکانہ عطا فرمایا، فتوحات بھی دیں اور زندگی بھر مدینہ منورہ عطا فرمایا اور شیخین رضی اللہ عنہما کو تو بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جگہ دی۔

کیا یہ سب حالات ان مقدسوں کی سچائی اور حقانیت پر دلیل نہیں؟ درخواست ہے کہ ہمارے شیعہ بھائی غور اور فکر سے کام لیں +

خلفاءِ راشدین کی حقانیت پر قرآنی شہادات

(شیعہ صاحبان کے لئے لمحۂ فکریہ)

آیتِ استخلاف میں مبینہ علامات واضح طور پر خلفاءِ راشدین کی صداقت پر دلالت کر رہی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی متعدد آیات سے حضرات خلفاءِ ثلاثہ کی حقانیت ثابت ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی خلافت تو فریقین کو مسلّم ہے اسلئے ہم شیعہ بھائیوں کے غور کے لئے حضرات خلفاءِ ثلاثہؓ کے متعلق بعض آیاتِ قرآنیہ پیش کرتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (توبہ ع)

ترجمہ:۔ "اگر تم لوگ اس رسول کی نصرت نہ بھی کرو تب بھی اللہ تعالیٰ یقیناً اسکی مدد کریگا۔ وہ وقت یاد کرو جب کافروں نے اسے مکہ سے نکال دیا اور وہ صرف دو میں سے ایک تھا یعنی صرف ایک ساتھی کے ساتھ اسے نکلنا پڑا۔ پھر اس لمحہ کا تصور کرو جب یہ رسول (غارِ ثور میں) اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا آپ غم نہ کریں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تب اللہ تعالیٰ نے اس پر سکینت نازل فرمائی اور اسکی تائید نادیدنی لشکروں سے کی نتیجہ یہ ہوا کہ کافروں کی بات غلط ثابت ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہوا۔ اللہ تعالیٰ عزیز و حکیم ہے۔"

استدلال ۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس ساتھی کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت ابوبکرؓ ہیں شیعہ تفسیر میں لکھا ہے:۔

"ثانی اثنین یعنی انه کان هو وابوبکر فی الغار لیس معهما ثالث... اذ یقول لصاحبه ای یقول الرسول لابی بکر" (مجمع البیان زیر آیت بالا)

"کہ آنحضرتؐ کے ساتھی غار میں حضرت ابوبکر تھے" "صاحبہ سے یہی مراد ہیں"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ناصر و مددگار ٹھہرایا ہے، انکا صاحب قرار دیا ہے اور آنحضرتؐ نے انہیں لا تحزن کہتے ہوئے بشارت دی ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا اللہ تعالیٰ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ گویا جس طرح سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل تھی اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کو بھی اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل تھی جس سے ان کا صالح متقی اور برگزیدہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (الانبیاء)

ترجمہ: "ہم نے زبور میں ذکر کے بعد یہ مقرر کر دیا ہے کہ ارضِ مقدسہ کے وارث میرے نیکوکار بندے ہوں گے۔"

اس آیت میں جس الارض کا ذکر ہے اس کی ایک تفسیر شیعہ تفاسیر میں بالفاظِ ذیل مذکور ہے:۔

"هی الارض المعروفة یرثها امة محمد بالفتوح بعد اجلاء الکفار" (مجمع البیان)

کہ اس سے مراد وہ معلوم زمین ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے کافروں سے فتح کی اور انہیں جلا وطن کیا۔"

اب سوال یہ ہے کہ ارضِ مقدسہ اور کفار کی دوسری زمینوں کو اسلام کیلئے کس نے فتح کیا؟ کیا یہ واقعہ نہیں کہ یہ فتوحات اپنی پوری شان میں حضرت عمرؓ کے وقت میں ہوئی تھیں؟ ارض الشام بھی اسی

عہد سعادت میں مسلمانوں کے قبضہ میں آئی تھی۔ پھر شیعہ بھائیوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد صالح ماننے سے کیوں انکار ہے؟

(۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر) کہ ہم نے ہی اس قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

قرآن مجید کی حفاظت اور اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کے معنے شیعہ تفاسیر میں اس طرح درج ہوئے ہیں:۔

"الحافظون عن الزیادۃ والنقصان و التحریف والتغییر عن قتادۃ وابن عباس و مثلہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ وقیل معناہ نتکفل بحفظہ الی آخر الدھر علی ما ھو علیہ فتنقلہ الامۃ و تحفظہ عصراً بعد عصر الی یوم القیامۃ۔" (مجمع البیان [illegible])

یعنی "ہم قرآن کو ہر قسم کی زیادتی، کمی، تحریف اور تبدیلی سے محفوظ رکھیں گے۔ قتادہؓ اور ابن عباسؓ نے یہ معنے کئے ہیں۔ یہی مفہوم دوسری آیت لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ میں مذکور ہوا ہے بعض مفسرین اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کے یہ معنے کرتے ہیں کہ ہم قرآن مجید کو ہمیشہ کیلئے محفوظ رکھیں گے، اسمیں کوئی خرابی پیدا نہ ہوسکیگی۔ اُمت اسے ہر زمانہ میں قیامت تک صحیح طور پر محفوظ نقل کرتی جائے گی۔"

شیعہ بھائیوں کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے قرآن مجید کی اس حفاظت میں حضرت عثمانؓ کو کتنا حصہ وافر عطا ہوا ہے۔ قرآن مجید کو ہر قسم کے تغیر اور تحریف سے بچانے کی خدمت میں حضرت عثمانؓ گویا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ نظر آتے ہیں۔ کیا اب بھی حضرت عثمانؓ کی صالحیت اور حقانیت میں شبہ کیا جا سکتا ہے؟

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا (الفتح ع۳)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنوں سے راضی ہوگیا جب انہوں نے درخت کے نیچے تیری بیعت کی۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کی باتیں معلوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینت نازل فرمائی اور انہیں قریب ہی فتح عطا ہوگی۔

یہ آیت کریمہ حدیبیہ کے واقعہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس واقعہ کی تفصیلات تاریخوں اور شیعہ تفاسیر میں مذکور ہیں۔ خلاصہ یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں سے گفتگو کیلئے حضرت عثمانؓ کو بھیجا تھا۔ مشہور ہوگیا کہ کفار نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ اس پر آنحضرتؐ نے حدیبیہ کے مقام پر ڈیڑھ ہزار صحابہؓ سے بیعت لی۔ اسی بیعت کا ذکر سورۃ فتح کی مندرجہ بالا آیت میں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ پر یہ بیعت کی۔ چونکہ حضرت عثمانؓ مکہ میں محبوس تھے اسلئے انکی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دوسرا ہاتھ رکھ کر اقرار بیعت کرتے ہوئے فرمایا۔ "ھٰذِہٖ یَدُ عُثْمَانَ" یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے۔ آیت قرآنی صراحت سے بیان کر رہی ہے کہ ان سب بیعت کنندوں سے خدا راضی ہے، وہ مخلص مومن ہیں۔ انکے ایمان پر طعن کرنا اپنی پردہ دری کرنا ہے۔ یہ آیت مجموعی طور پر حضرات خلفاء ثلاثہ کی حقانیت پر دلیل ہے۔ شیعہ تفسیر میں لکھا ہے:۔

"ھٰذا اخبار منہ سبحانہ انہ رضی عن المومنین اذ بایعوا النبی بالحدیبیۃ تحت الشجرۃ المعروفۃ۔" (مجمع البیان [illegible])

کہ "یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دیگئی ہے وہ حدیبیہ کے مقام پر خاص درخت کے نیچے بیعت کرنیوالے صحابہؓ سے راضی ہے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انزل السکینۃ علیھم کی اس آیت میں بھی شریک ہیں اور سورۃ توبہ کی آیت فانزل اللّٰہ سکینتہ علیہ کے بھی مصداق ہیں۔

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا فِی اللّٰہِ (باقی صفحہ ...)

خلفاءؓ ثلاثہ کی حقانیت اور دیگر شیعی مسائل

کے متعلق

شیعہ اکابر سے نہایت دلچسپ گفتگو

(از قلم حضرت مولوی عبید اللہ صاحب بسمل)

ذیل میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بسملؓ کا لاجواب مضمون مندرجہ الحکم ۲۹/۲/۹ شیعی مسائل پر گفتگو سے متعلق درج ہے۔ حضرت مولانا مرحوم فارسی اور عربی زبان کے متبحر عالم تھے۔ شیعی مسائل میں انہیں خاص مہارت تھی۔ مناظرہ میں نہایت لطیف رنگ میں الزام خصم پر انہیں قدرت حاصل تھی۔ جناب نواب صاحب ریاست رامپور سے حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے کارناموں کے متعلق گفتگو خاص طور پر قابلِ دید ہے۔ اِس مضمون کی طرف توجہ دلانے کے لحاظ مکرم سید محمد حسین شاہ صاحب ننکانہ بھی قابلِ شکریہ ہیں ——— (ایڈیٹر)

شیعہ مذہب کے اصول کے متعلق ایک ذاکر سے گفتگو

ایک دفعہ جبکہ میں لکھنؤ گیا تو لطافت و فصاحت دو شاعروں کے مکان کے محاذ میں ٹھہرا۔ اُن سے بوجہ شعر و شاعری گہری ملاقات ہوگئی۔ وہاں ایک پیش نماز صاحب میر حسن یا میر حسین نامی تشریف لائے۔ آپ بڑے خوش بیان ذاکر مشہور تھے۔ جب میرا نام پوچھا تو چیں بہ جبیں ہو کر کہنے لگے۔ محبانِ اہل بیت کے لئے ایسے نام زیبا نہیں۔ میں نے عرض کیا لاعلمی سے رکھا گیا ہے۔ کہنے لگے بدل دینا چاہیئے۔ عرض کیا کہ اب بدلنا مشکل ہے۔ فرمایا کہ شیعہ اصول سے آپ واقف ہیں؟ عرض کیا نہیں۔ ذاکر صاحب نے کہا پانچ اصول ہیں۔ توحید۔ رسالت۔ عدالت۔ امامت۔ میعاد۔ میں نے کہا میری سمجھ میں نہیں آیا پھر ارشاد ہو۔ فرمایا توحید۔ میں نے عرض کیا ٹھیک قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اِنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ پھر فرمایا رسالت میں نے کہا بجا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ۔ تیسرا اصل ارشاد ہو۔ فرمایا عدالت۔ میں نے عرض کیا اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ جب ظالم نہیں تو عادل ہی سہی۔ گو قرآن مجید میں تو عادل کا لفظ واقع نہیں ہوا مالک کا لفظ آیا ہے۔ اچھا تسلیم کر لیتے ہیں۔ چوتھا اصول؟ ذاکر صاحب کے مُنہ سے نکلا میعاد۔ میں نے کہا یہ بھی درست اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا۔ پانچواں اصول ارشاد ہو۔ فرمایا امامت۔ خاکسار نے عرض کیا کہ ما علیٌّ الّا امامٌ کہاں ہے؟ اِس کے واسطے نصِ صریح قطعیۃ الدلالت کونسی ہے؟ ذاکر صاحب فصاحت صاحب کی طرف متوجّہ ہو کر بولے۔ "اجی حضرت اِن کو سمجھانا کالے دار دہے"

واقعاتِ کربلا

دوسرے دن انہی کے مکان پر عشرہ محرم کا

چہلم تھا۔بہت زور شور سے مرثیہ خوانی ہوئی۔حضرت قاسم کی شادی کا مرثیہ پڑھا گیا۔جب مجلس ختم ہو چکی تو صاحبِ خانہ فصاحت میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کس شرح و بسط کے ساتھ دردآمیز اشعار میں مرثیہ پڑھا گیا ہے۔مَیں نے عرض کیا کہ قاسم کی شادی کربلا میں ہوئی تھی؟ اِس کا راوی اوّل کون ہے؟ کیا حضرت امام زین العابدین ہیں؟ یا اہلبیت میں سے کوئی عصمت مآب خاتون؟ کہنے لگے نہیں واقعاتِ صحیحہ میں سے ہے۔مَیں نے کہا کہ کربلا کا اصل واقعہ تو حضرت امام حسینؓ کی شہادت ہے۔لیکن جب کوفی حضرت امام حسینؓ کا سر جسدِ مبارک سے جُدا کر کے ابنِ زیاد کے پاس لے گئے اور ابن زیاد نے دمشق میں نیزے پر عَلَم کر کے بھیجدیا تو یزید نے وہ کہاں رکھا؟ کیا حضرت امام زین العابدین کو حاصل ہو گیا تھا۔اگر حضرت امام زین العابدین کو دیدیا تھا تو حضرت امام حسینؓ کو دمشق میں دفن کیا؟ یا راستے میں یا مدینے میں یا کربلا میں لاکر دفن کیا؟ آپ کسی صحیح روایت سے نہیں ضعیف روایت سے ہی اسکی شرح و بسط بیان فرمائیں۔اس کے علاوہ اہلبیت کو جب کوفی اونٹوں پر سوار کر کے لے گئے تھے اور شہدائے کربلا کے لاشے خاک و خون میں لتھڑے ہوئے چھوڑ گئے تھے تو جناب امام حسین کا جسدِ اطہر کس نے شناخت کیا؟ اور کس نے دفن کیا؟ وہ کونسا ایسا معتبر راوی ہے؟ روایت میں ہے کہ بہتر ۷۲ نفوس حضرت امام حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے۔ان بہتر لاشوں کو کس قوم نے آکر دفن کیا؟ وہ کونسا ایسا معتبر راوی ہے کہ جس نے یہ بیان کیا ہو کہ حضرت امام حسین کا جسدِ مبارک اِسی کربلا کے گنبد میں مدفون ہے کیونکہ امام زین العابدین یا اہلبیت کو کوفیوں نے تو دفن کرنیکا موقع ہی نہیں دیا تھا اور انکو اونٹوں پر سوار کر کے کوفے کی طرف لیگئے تھے اور کوفیوں میں سے بھی کسی نے حضرت کا لاشہ دفن نہیں کیا تھا۔غرضیکہ مخالف اور موافق گروہ کا کوئی معتبر آدمی حضرت امام حسین کے دفن کی روایت کو بالتفصیل بیان نہیں کرتا۔جب ایسا اہم واقعہ روایت میں نہیں آیا تو کیونکر مانا جائے کہ قاسم کی شادی کربلا میں رچائی گئی تھی؟ پہلے حضرت امام حسین کی شہادت پر ہی روشنی ڈال دو اور امام کے سر اقدس کا پتہ دیدو پھر کربلا کے دیگر واقعات کو پیش کرو۔ورنہ موضوع روایات پر عوام الناس تو کان دھر سکتے ہیں لیکن جویائے حقیقت کی پیاس نہیں بُجھتی۔

نواب صاحب رامپور سے بحث اُنہیں دنوں جب مَیں واپس رامپور میں آیا تو نواب حامد علیخان والئے ریاست رامپور فرمانے لگے۔عثمانؓ کا لاشہ تین روز بے گور و کفن پڑا رہا گِدھوں نے نوچا ہوگا اور سُنّیوں میں سے کسی نے پرواہ نہ کی۔یہ فرما کر روئے سُخن خاکسار کی طرف کر کے ارشاد ہوا کیوں مولوی عبدالله یہ سچ ہے؟ خاکسار نے عرض کیا کہ میری سمجھ میں تو یہ نہیں آتا کیونکہ حضرت عثمانؓ کی شہادت ہی کے دن حضرت طلحہؓ، زبیرؓ اور مدینہ کے اصحاب حل و عقد نے حضرت علیؓ کی بیعت کر لی تھی۔ایک شخص اعتراض کریگا کہ حضرت علی اِس قدر سنگدل تھے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے لاشہ کی اِس قدر توہین گوارا کی۔کل کی بات ہے کہ حضرت سید احمد صاحبؒ بریلوی کے لاشہ کی نسبت پنجاب کے راجہ شیر سنگھ کو کسی نے کہدیا کہ حضرت سید صاحب کا فلاں لاشہ ہے لیکن سر نہیں۔تو شیر سنگھ نے اپنا قیمتی دوشالہ بھیجکر اپنی فوج کے مسلمانوں کو حکم دیا کہ نہایت احترام کے ساتھ سید صاحب کے لاشہ کا جنازہ پڑھا جائے اور دفن کیا جائے۔تو شیر سنگھ سے بھی زیادہ صحابہؓ قسی القلب تھے یا حضرت علیؓ شیر سنگھ سے بھی گئے گذرے تھے کہ ایک خلیفہ کے لاشہ کا احترام نہ کیا۔نواب صاحب

فرمانے لگے حضرت علیؓ کا کیا قصور ہے اہلسنّت والجماعت نے بے اعتنائی کی۔ میں نے عرض کیا کہ اہلسنّت والجماعت کیا اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ جب کوفہ میں حروریہ نے حضرت علیؓ کو قتل کی دھمکی دی تو آپؓ نے فرمایا کہ اُکِلتُ یوم اکل الثور الابیض۔ (یہ عرب کی ایک مثل ہے جس کا اشارہ کلیلہ دمنہ کے اُس واقعہ کی طرف ہے جس میں تین سفید۔ سُرخ۔ سیاہ بیلوں کے متعلق ذکر آتا ہے کہ شیر نے انہیں ایک ایک کر کے پھاڑ دیا) یعنی میں تو اسی دن قتل ہو گیا تھا جس روز حضرت عثمانؓ شہید ہوئے۔ اگر حضرت عثمانؓ کے لاشہ کا کسی نے احترام نہیں کیا تو کیا جواب ہے ہوگا کہ حضرت امام حسینؓ کے لاشہ کا بھی کسی نے احترام نہیں کیا اور کہنے والا کہہ سکتا ہو کہ امام حسینؓ کا لاشہ بھی شاید گدھوں نے نوچا ہو کیونکہ وہ بھی ریگ تپاں پر پڑے رہے تھے۔ کچھ سوچ کر نواب صاحب فرمانے لگے کہ میں بھی نہیں کہتا کہ حضرت عثمانؓ کے لاشہ کی بے حُرمتی ہوئی تھی۔

عید بابا شجاع ایک دوسرے روز کا واقعہ ہے وہ عید بابا شجاع کا دن تھا۔ یعنی وہ دن جس دن ابولؤلؤ نے حضرت عمرؓ کو شہید کیا تھا (شیعوں میں علاوہ عیدین کے عید نوروز، عید بابا شجاع اور عید غدیر منائی جاتی ہیں۔ عید نوروز تو وہ ہے جس دن حضرت علیؓ کو خلافت ملی اور عید بابا شجاع اُس دن منائی جاتی ہے جس دن حضرت عمرؓ شہید ہوئے اور عید غدیر اُس دن منائی جاتی ہے جس دن رسول کریمؐ غدیر خم پر پہنچے تو آپؐ نے حضرت علیؓ کے متعلق فرمایا من کُنتُ مولاہُ فعلیٌّ مولاہُ) غرض وہ عید بابا شجاع کا دن تھا کہ نواب صاحب کہنے لگے آج وہ دن ہے کہ جناب سرورِ عالمؐ حسنینؑ کو بٹھا کر کہتے تھے کھاؤ میرے بچو کھاؤ۔ آج نمرود اِس اُمت کا مارا جائے گا۔ کھاؤ میرے بچو کھاؤ۔ آج کے دن اِس اُمت کا فرعون مارا جائے گا۔ غرض ایسے الفاظ استعمال کئے۔ چونکہ نواب صاحب کو اِس خاکسار کا چھیڑنا منظور تھا خاکسار کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ عبید اللہ تمہیں تو اِس کا انکار ہوگا۔ عرض کیا ہاں سخت انکار۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ جنابِ رسالتمآبؐ بظاہر شیخین کے ساتھ تپاک سے پیش آتے تھے اور دل میں خصومت رکھتے تھے۔ کیا کسی نبی کی تعریف ذوالوجہین قرآن شریف میں آئی ہے؟ یا کسی نبی نے ایسا کیا؟ اگر یہودیوں سے پوچھا جائے کہ اُمتِ موسوی میں کونسے بزرگ افضل و اعلیٰ تھے تو وہ جواب میں کہیں گے اصحابِ موسیٰ۔ اگر عیسائیوں سے پوچھا جائے کہ عیسوی اُمت میں کونسے انسان کامل الایمان تھے اور افاضلِ اُمت۔ تو جواب ملے گا اصحابِ عیسیٰ۔ مگر برخلاف اِس کے اگر شیعوں سے پوچھا جائے کہ کون اشرارِ اُمت ہیں تو وہ بے ساختہ جنابِ رسالتمآبؐ کے اصحابؓ کی طرف اشارہ کر دیں گے ؎ چو کُفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ آج ایک شخص اُمہات المؤمنین اور دربارِ محمدی لکھ کر عیسائی مذہب کا آدمی امیر احمدؔ نامی پیش کرتا ہے کہ شیعہ مذہب کے اقوال کے مطابق نبیٔ عربیؐ کا ایک صحابی بھی قابلِ اعتماد نہ تھا۔ تو شیعہ مذہب نے جو ازراہِ تعصّب و عناد الزامات صحابہؓ اور اُمہات المؤمنین کی نسبت لگائے ہیں اگر ان کو صحیح مانا جائے تو اسلام کا بالکل استیصال ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علّامہ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ اور طبرسی یہ لکھتے ہیں کہ جو کچھ ہم کو ملا ہے غیر کے گھر سے ملا ہے کیونکہ شیعہ مذہب میں موضوعات کے دفتر کے سوا اور کچھ نہیں۔

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے کارنامے ایک شب مولوی ذوالفقار علی خان صاحب ڈائرکٹر محکمہ آبجندی سے

نواب صاحب بحث کر رہے تھے کہ حضرت امیر یعنی حضرت علیؓ نے عمرو ابن وُد کو مارا، مرحب کو مارا، خندق فتح کیا، خیبر فتح کیا۔ مگر شیخین نے کس اونٹ کا کان چیرا ہے۔ اسی اثناء میں لسمل بھی نواب صاحب کے دربار میں پہنچ گیا۔ یکبارگی رُوئے سخن بدل کر خاکسار سے فرمانے لگے۔ مولوی عبید اللہ شیخین نے کس اونٹ کا کان چیرا ہے؟ میں نے عرض کیا حضور پر ہویدا ہے کہ میں پنجاب کا رہنے والا ہوں۔ آداب ریاست سے نابلد۔ کوئی گستاخی کا لفظ میری زبان سے سرزد ہو جائے یا سوءِ ادبی ہو جائے تو موردِ عتاب ٹھہروں۔ دوم آقا و غلام کا مناظرہ موزوں نہیں، بے ادبی پر دال ہے اسواسطے خانہ زاد کو معاف رکھا جائے۔ نواب صاحب فرمانے لگے کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل منظور ہے بحث کی ضرورت نہیں، آزادی سے بیان کرو۔ میں نے پھر اس پر دست بستہ عرض کی کہ مجھ کو معاف رکھا جائے۔ اس پر بضد ہو کر کہنے لگے۔ جو تمہارے دل میں ہے ضرور بیان کرو۔ کیونکہ میں سنتا رہتا ہوں کہ تم نہایت آزادی سے گفتگو کرتے ہو اور یار رہا میرے سامنے بھی کی ہے اب کیوں انکار کرتے ہو۔ میں نے کہا سرکار پہلے تو مارا کر دگستاخ حضور کے کرم نے گستاخ کر دیا ہے لیکن اب میں گستاخی کرنا مناسبِ حال نہیں سمجھتا۔ کہنے لگے تم ہیں میرے سر کی قسم بیان کرو۔ میں نے عرض کیا قسم نہ دیں جو کچھ میرے خیال میں ہے عرض کئے دیتا ہوں۔ لیکن جب تک میں اپنا پورا مافی الضمیر عرض نہ کر لوں تب تک درمیان میں اعتراض نہ کیا جائے۔ اس پر نواب صاحب نے کہا مولوی انصار حسین و مولوی علی رضا کو بلاؤ۔ وہ دونوں مصاحب منزل میں بیٹھے ہوئے تھے فوراً حاضر ہو گئے۔ مولوی انصار حسین کو نواب صاحب نے کہا۔ مولوی عبید اللہ شیعہ مذہب کی نسبت ایک اعتراض کرتا ہے میں جواب دیتا ہوں تم غور سے سنو۔ ہاں مولوی عبید اللہ! تم اپنا خدشہ پیش کرو۔

میں نے عرض کیا حضور! جب تک سرورِ عالم اس دارِ ناپائیدار میں تشریف فرما تھے کسی صحابی کا کارنامہ ذاتی نہ سمجھا جاتا تھا محض تعمیلِ ارشاد تھی۔ جو کچھ ارشاد ہوا صحابی نے اس پر عمل کیا۔ ذاتی کارنامے صحابہ کے آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد محسوب ہوتے ہیں۔ حضور سُنّی و شیعہ اور عیسائیوں کی تاریخ اُٹھا کر ملاحظہ فرمائیں کہ جس وقت آنحضرتؐ اس دارِ ناپائدار سے رحلت فرما کر عالمِ جاودانی کی طرف تشریف لے گئے تو اس وقت اسلام اور مسلمان کن کن مخمصوں میں گرفتار تھے۔ چند مخمصے بیرونی تھے اور چند اندرونی۔ بیرونی مخمصے یہ تھے :-

اوّل مسیلمہ کذاب۔ سجاح بنت الحارث۔ اسود عنسی طلیحہ بن خویلد۔ اِن چاروں نے نبوّت کا دعویٰ کیا تھا مسیلمہ کیساتھ یمامہ میں ساٹھ ہزار کے قریب مسلح شور (ہتھیار بند پہلوان مرنے مارنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ سجاح بنت الحارث کے پاس اس سے زیادہ جرار فوج موجود تھی۔ اسود عنسی کے پاس تیرہ چودہ ہزار۔ طلیحہ کے پاس بیس ہزار آدمی موجود تھا۔ اِن مدعیانِ نبوّت کا خیال تھا کہ جب تک اسلامی جماعت کا استیصال نہ ہو جائے تب تک ہمارا مذہب حجاز کے لوگ نہیں مانیں گے۔ اور عرب ہماری نبوت کا قائل نہیں ہوگا اسلئے مدینہ جا کر مسلمانوں کا قلع قمع کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ نبی کریمؐ نے بھی اس فتنہ کے دفعیہ کے لئے اسامہ بن زیدؓ کے ماتحت ایک سریہ مدینہ سے روانہ کرنیکا ارادہ فرما کر ارشاد کیا تھا۔

دوسرا مخمصہ مرتدینِ عرب کا تھا جس کی نسبت علامہ ابن خلدون

لکھتا ہے کادت تر تدُّ العرب۔ تیسرا مخمصہ مانعینِ زکوٰۃ کا تھا۔ چوتھا مخمصہ مولفۃ قلوبہم کا۔ پانچواں مخمصہ یہود بنی قُریظہ اور بنی نضیر کا جن سے خیبر میں چند لڑائیاں ہو چکی تھیں۔ چھٹا مخمصہ مشرکینِ عرب کا جن کے ساتھ متعدّد غزوات ہو چکے تھے۔ ساتواں بنی نجران کا، گو بظاہر انہوں نے مسلمانوں سے لڑائی تو نہیں کی تھی مگر یہ شام سے بغرض اشاعتِ دینِ عیسوی آئے ہوئے تھے۔ یہ اپنی تبلیغ کا مزاحم اسلام کو پاتے تھے اور انکی دلی آرزو تھی کہ اگر اسلام کا پاؤں درمیان سے اُٹھ جائے تو تمام جزیرہ نمائے عرب کو دینِ عیسوی میں لے آنا ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ چنانچہ قبیلہ بنی طے اور دیگر قبائل اُن کی تبلیغ سے عیسائی ہو چکے تھے۔ یہ بیرونی مخمصے تھے۔

اب اندرونی مخمصوں میں سے ایک منافقین کا تھا۔ دوسرا مخمصہ جو نچتہ مسلمانوں کے درمیان پیدا ہو گیا تھا وہ یہ ہے کہ نچتہ مسلمانوں کی تعداد اُس وقت جیسا کہ ابن عبد البر استیعاب میں لکھتا ہے ۱۴۰۰ و ۱۶۰۰ کے درمیان تھی جو بیعت رضوان میں داخل ہوئے تھے۔ یہ تعداد دو گروہوں پر منقسم تھی۔ ایک گروہ مہاجرین کہلاتا تھا دوسرا انصار۔ آنحضرتؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی انصار کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ نبی کریمؐ خدا کے فرستادہ تھے اسلئے ہم نے انکو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا تھا لیکن دوسرے قریش کے لوگ مظلومانہ حالت میں مکّہ سے نکلے تھے وہ بے سروسامانی کی حالت میں مدینے آئے تھے ہم نے اُن کی مدد کی۔ اُن کو مکان دیئے۔ خوراک پوشاک سے ہم نے انکی مدد کی۔ اگر نہ کرتے تو وہ بھوک سے ہلاک ہو جاتے۔ وہ ہمارے دستِ نگر ہیں اور ہمارے احسان کے نیچے ہیں۔ ہم اُن کو اپنے شہر کا اور اپنی جانوں پر حاکم کس طرح بنا لیں؟ اسی واسطے سقیفہ بنی ساعِدہ میں انصار نے جمع ہو کر سعد بن ابی عُبادہ کو اپنا امیر مقرر کر لینا چاہا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ اُس وقت مسجد نبوی میں جنازے کا انتظار کر رہے تھے کہ اُن کے کان میں یہ بھنک پڑی کہ انصار نے اپنا امیر مقرر کر لیا ہے یا کر لینے کو تیار ہیں۔ اُس وقت حضرت ابو بکرؓ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ عرب انصار کا لوہا نہیں مانیں گے اور العرب لا یصلح اِلّا بالقریش۔ قریش کو متولّی کعبہ سمجھ کر عرب عزّت کی نگاہ سے دیکھتے چلے آئے ہیں اب بھی قریش کے سامنے سرخم کریں گے۔ اگر قریش نے اِس وقت انصار کی حکومت مان لی تو قریش کی وقعت دیگر قبائلِ عرب سے اُٹھ جائے گی۔

چنانچہ سر ولیم میور نے بھی اِس بات کو تسلیم کیا ہے حضرت ابو بکرؓ نے عُجلت کی کہ انصار کو جا کر روک لیا جائے اور امارت کے خیال سے باز رکھا جائے ورنہ عرب میں فتنۂ عظیم الشان برپا ہو جائے گا جسے انصار سنبھال نہیں سکیں گے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کو لیکر سقیفۂ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں حضرت ابو عبیدہ جراح امین ہٰذہِ الامّت مل گئے یہ تینوں اکابر صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ تینوں متّفق ہو گئے کہ ما جاء بہ الرسول میں مزاحمت نہ پیدا ہو اور اشاعتِ اسلام میں رخنہ نہ پیدا ہو۔ سقیفہ بنی ساعِدہ میں پہنچے اور بہت سی حیص بیص کے بعد حضرت ابو بکر اجماعِ صحابہؓ سے خلیفہ قرار دیئے گئے۔ مَیں اِس وقت یہ عرض نہیں کر سکتا کہ یہ اجماع جائز تھا یا ناجائز بہرحال صحابۂ کثیر کے اجماع سے حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہو گئے۔ دو سال چند ماہ آپؓ صدرِ خلافت پر متمکن رہے اِس قلیل عرصہ میں آپؓ کی حُسنِ تدبیر سے مسیلمہ کذاب۔ سجاح بنت الحارث

اسود عنسی ۔ طلیحہ بن خویلد ۔ مرتدین عرب ۔ مانعین زکوٰۃ ۔ مولفۃ قلوبہم منافقین کے تمام مخمصے جزیرۂ عرب سے دور ہو گئے اور اسلامی لشکر قیصر و کسریٰ کے مقابل کھڑا ہو گیا اور بعض بعض مقامات اُن سے چھین لئے گئے ۔ یہ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت فی الدین تھی ۔ اگر خدمت فی الدین تسلیم نہ کی جاوے تو مسلمانوں پر اُن کا احسان تھا کیونکہ اگر حضرت ابوبکرؓ سے کوئی سُوءِ تدبیر ہو جاتی تو مسلمان قیصر و کسریٰ کے مقابلہ یا مسیلمہ یا اسود عنسی کے لشکر کے مقابل پر شکست کھا جاتے تو مسلمان شہید ہو جاتے اور حسبِ قوانینِ ملک عرب مسلمانوں کی عورتیں بیوہ ہو کر لونڈیاں اور بچے یتیم ہو کر کفار کے غلام ہو جاتے ۔ سُنّی شیعہ اور عیسائیوں کی تاریخ کو اُٹھا کر ملاحظہ فرما لیا جائے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا ۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے انتقال کے قریب اپنا جانشین حضرت عمرؓ کو قرار دیا ۔ یہ جانشین قرار دینا عرب میں استخلاف کہلاتا ہے ۔ مَیں یہ عرض نہیں کر سکتا کہ یہ استخلاف جائز تھا یا ناجائز ۔ بہرحال حضرت عمرؓ خلیفہ ہو گئے اور دس سال تک آپؓ نے مسندِ خلافت کو زینت دی ۔ اس عرصہ میں فارس کا ملک فتح ہو گیا ۔ وہ صحابہ جو بھوک کی وجہ سے سنگِ مجاعت اپنے پیٹ پر باندھا کرتے تھے اُن کے گھر خزائنِ کسروی کی غنیمت سے مالا مال ہو گئے اور فارس کے شاہوں کی لڑکیاں بطور سبایا مسلمانوں کے گھروں میں آ گئیں ۔ چنانچہ ایک اُنہیں سے یزدگرد (فارس کے آخری بادشاہ) کی بیٹی جن کو بانو کہتے ہیں حضرت امام حسینؓ کے گھر میں آئیں جن کے بطنِ مبارک سے حضرت امام زین العابدین پیدا ہوئے جن کو شیعہ ائمہ اثنا عشر میں چوتھا امام اعتقاد کرتے ہیں ۔ اس کے سوا مقوقس سے مصر کا ملک پورے کا پورا لشکرِ اسلام نے عمرو بن العاص کی ماتحتی میں چھین لیا اور سلطنتِ اسلام کو یہاں تک وسعت ہوئی کہ شام کی وہ مبارک سرزمین جس کی نسبت قرآن شریف میں بَارَكْنَا حَوْلَهُ وارد ہے نصاریٰ کے ناپاک ہاتھوں سے چھین کر مسلمانوں کو اُس کا متولی بنا دیا گیا ۔ یہ حضرت عمرؓ کی خدمت فی الدین ہے ۔ اگر خدمت فی الدین تسلیم نہ کی جائے تو مسلمانوں پر اُن کا احسان ہے ۔ کیونکہ اگر اسلامی لشکر قیصر یا کسریٰ یا مقوقس کے بالمقابل شکست کھا جاتا تو مسلمانوں کی عورتیں بیوہ ہو کر لونڈیاں اور مسلمان بچے یتیم ہو کر غلام بن جاتے ۔ سُنّی ۔ شیعہ مسیحی کو نصاریٰ کی تاریخ کو ملاحظہ فرما لیا جائے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا ۔

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ مجلسِ شوریٰ کے انتخاب سے خلیفہ مقرر ہوئے ۔ مَیں نہیں عرض کر سکتا کہ شوریٰ جائز تھا یا ناجائز ۔ بہرحال حضرت عثمانؓ خلیفہ ہو گئے ۔ قریباً بارہ سال کے حضرت عثمانؓ مسند آرائے خلافت رہے ۔ اُن کے عہدِ مبارک میں طرابلس الغرب سے لے کر بخارا تک اسلامی سلطنت پھیل گئی جو اس وقت چھ سات سلطنتوں میں منقسم ہے ۔ مصر مصر والوں کے پاس ہے ۔ شام میں فرانسیسی ہیں اور برٹش گورنمنٹ بھی ہے ۔ عرب و نجد ایک کے پاس ہے تو حجاز دوسرے کے پاس ۔ یمن تیسرے کے پاس ۔ فارس شاہِ ایران کے پاس ہے ۔ مسقط شاہِ مسقط کے پاس ہے ۔ بخارا روسیوں کے پاس ہے ۔ کابل شاہِ کابل کے پاس ہے ۔ حضرت عثمانؓ کے وقت اتنی وسیع سلطنت ایک خلیفہ کے ماتحت تھی ۔ اس کے علاوہ حضرت عثمانؓ نے وہ بڑا کام کیا جو کسی صحابی سے نہ ہو سکا ۔ وہ قرآن کریم جو مایۂ رُشد و ہدایتِ مسلمین ہے ، جو آلۂ خداشناسی

اور مایۂ ناز اہلِ اسلام ہے اور جس پر سُنّی و شیعہ دونوں گروہ تفاسیر لکھ رہے ہیں وہ مرتّب و مدوّن کیا ہوا حضرت عثمانؓ کا ہے۔ اگر حضرت عثمانؓ مدون نہ کرتے تو جس طرح آج عیسائیوں کے مختلف گروہوں کی متفرق انجیلیں ہیں اُسی طرح لوگوں کے تصرّفات سے قرآن کریم بھی ہوتا۔ اِسکا مشرق کا نسخہ مغرب کے ساتھ متّفق نہ ہوتا۔ چونکہ خدا کا وعدہ تھا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ اسلئے اِس کا مصداق حضرت عثمانؓ ٹھہرے۔ اور تمام دُنیائے اسلام میں قرآن کریم کی ایک ہی صورت رہی۔ شیعہ بھی اِس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قرآن "بیاض عثمانی" ہے سُنّی شیعہ حتّٰی کہ نصاریٰ کی تاریخ کو ملاحظہ فرما لیا جائے کسی نے اِس کا انکار نہیں کیا۔ یہ حضرت عثمانؓ کی خدمت فی الدّین ہے۔ اگر خدمت فی الدّین تسلیم نہ کی جائے تو مسلمانوں پر ان کا احسان ہے کیونکہ اگر قرآن کے متفرق نسخے ہوتے تو شیعوں کے پاس کچھ، سُنّیوں کے پاس کچھ، خوارج کے پاس کچھ، باعثِ اختلاف ہوکر اسلام کی جامعیت جاتی رہتی۔

اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بہ نسبت حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ زیادہ عرصہ تک بقیدِ حیات رہے ہیں بجز اِسکے کہ جنگِ جمل میں قریباً ساٹھ ہزار مسلمان جان سے مارے گئے اور جنگ صفین میں ستّر ہزار اور جنگ نہروان میں بارہ ہزار آدمی مارے گئے مسلمان عورتیں بیوہ ہوگئیں۔ مسلمان بچّے یتیم ہوگئے۔ اسلامی فتوحات رُک گئیں حضرت علیؓ کا حضرت عثمانؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابوبکرؓ سے کونسا زیادہ احسان ہے جس کی وجہ سے حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابوبکرؓ سے افضل و اعلیٰ سمجھا جائے۔ خاکسار کا یہ کہنا تھا کہ نواب صاحب پلنگڑی پر لیٹ گئے اور رومال ہلایا کہ اب اُٹھ کر چلے جاؤ۔ میں اور ذوالفقار علی خان صاحب و دیگر حاضرین جلسہ وہاں سے برآمد ہوئے۔ حافظ احمد علیخاں شوق (وزیر اعظم) اگرچہ اسوقت ہمارے سخت مخالف ہیں اور اُس وقت بھی سخت مخالف تھے مگر انہوں نے اُسوقت آکر مجھے پیچھے سے اُٹھا لیا اور کہنے لگے۔ قادیانی! گو مَیں تمہارے عقائد کے ساتھ متّفق تو نہیں ہوں مگر آج تُو نے اہلسنّت کی عزّت رکھ دکھائی۔ کیونکہ نوابصاحب کے پاس جو بھی اہلسنّت والجماعت میں سے عالم تشریف لاتا تھا نوابصاحب کے مُنہ سے جو الفاظ نکلتے تھے خاموشی کے ساتھ سُن کر اُٹھ جاتا تھا اور کلمۂ حق زبان پر نہیں لاتا تھا۔ آج تُو نے اہلسنّت کی اچھی وکالت کی۔

دوسرے روز مولوی علی رضا اور مولوی انصار حسین دونوں نواب صاحب کے سامنے گریہ و زاری کرنے لگے کہ رامپور غرق ہو جائے گا، رامپور پر انگارے کیوں نہ برسیں گے؟ مولوی عبید اللہ نے حضور کے سامنے جناب امیرؓ کی نسبت کھُلے لفظوں میں کہہ دیا کہ جناب امیرؓ نے کوئی خدمت فی الدین نہیں کی۔ چونکہ حضور کے صاحبزادے خاقان دولہا اور نواب دولہا مدرسہ میں تعلیم پاتے ہیں، عربی پڑھنے کے لئے مولوی عبید اللہ کے پاس جاتے ہیں یہ شخص اُن کے عقائد کو بگاڑ دیگا۔ نواب صاحب نے ارشاد فرمایا۔ ہاں اُن کو ملازمت سے الگ کر دو۔ حافظ احمد علیخان شوق کہنے لگے کہ مدرسہ میں کورس پڑھانا ہے نہ کہ عقائد کی کتابیں۔ مولوی عبید اللہ ایسا نادان کہاں ہے کہ بچّوں کے ساتھ ایسی گفتگو شروع

کردے۔نواب صاحب نے کہا اچھا رہنے دو۔

صبح مجھ کو صاحبزادہ عنایت حسین عرف انّہا میاں نے جو مجھ سے فارسی اشعار کی اصلاح لیا کرتے تھے میرے پاس آدمی بھیجکر بُلوایا اور کہنے لگے۔مولوی صاحب آپ نے بڑا غضب کیا ہے۔نواب صاحب کے روبرو آپ نے یہ کہدیا کہ حضرت علیؓ نے کوئی خدمت فی الدین نہیں کی۔آپ کو ایسا نہیں کہنا چاہیئے تھا۔نواب صاحب آپ پر بہت ناراض ہیں۔مَیں نے سُن کر استعفےٰ لکھا اور ہیڈ ماسٹر صاحب کو دیا۔ استعفےٰ داخل کر کے نواب صاحب کے پھوپھا صاحبزادہ چھٹن صاحب بہادر کے پاس گیا۔وہ مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی کے شاگرد رشید اور معقولات میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ اور مذہبًا اہلسنّت والجماعت اور حنبلی المذہب کہلاتے تھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے بڑے معتقد تھے مَیں اُن کے پاس گیا اور کہا۔خانہ آباد دولت زیادہ ؎ ملکِ خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست۔خاکسار اب خدمتِ والا سے رخصت ہوتا ہے۔چھٹن صاحب بہادر کہنے لگے آپ عجلت نہ کریں۔آپ نے اپنے مذہب کی ضرور پاسداری کی البتہ اتنی بات ہے کہ تقریر کا لہجہ سخت تھا۔خیر میں اسکو سُلجھا لوں گا۔ آپ ہرگز جانے کا ارادہ نہ کریں۔

رات کے وقت صاحبزادہ عنایت حسین خان اور صاحبزادہ چھٹن صاحب بہادر دونوں نواب صاحب کے مواجہ میں چوسر کھیلنے لگے۔اتفاقاً چھٹن صاحب کا پانسہ بھاری ہوگیا۔انّہا خاں صاحب سے کہنے لگے۔انّہا میاں! تم بھی چلے اور تمہارے اُستاد بھی چلے۔نواب صاحب نے پوچھا انّہا میاں کا کون اُستاد؟ چھُٹن صاحب نے کہا عبیداللہ بسمل۔نواب صاحب نے کہا۔ہاں پھوپھا صاحب وہ تو خارجی ہے وہ تو قادیانی بھی نہیں۔قادیانی بھی میرے خیال میں ایسا نہیں کہتے ہوں گے۔چھٹن صاحب کہنے لگے۔وہ سٹھیا گیا ہے۔تاریخیں پڑھتے پڑھتے دماغ ماؤف ہوگیا ہے۔ جہاں حضور کے ملازم عیسائی اور پارسی ہیں وہاں ایک ایسا بھی سہی۔یہ تو حضور کی معدلت شعاری کا نشان ہے کہ اپنے مذہب کے مخالف کی پرورش فرماتے ہیں۔نواب صاحب نے کہا اچھا چوسر اُٹھا دو۔ذوالفقار علی خان صاحب کو بلاؤ اور عبیداللہ صاحب کو بھی بُلاؤ۔خاکسار سے پہلے ذوالفقار علی خان صاحب نواب صاحب کی خدمت میں پہنچ چکے تھے جبوقت خاکسار خدمتِ والا میں پہنچکر آداب عرض کر کے بیٹھ گیا نواب صاحب نہایت غضب کی نگاہ سے میری طرف دیکھنے لگے۔ مولوی عبیداللہ تمہیں کس نے کہا تھا کہ مَیں ناراض ہوں۔مَیں نے عرض کیا۔پرسوں رات کی تقریر سے میرے خود ذہن میں متبادر ہؤا تھا کہ میرے آقا غلام کی گستاخی سے ناراض ہوچکے ہیں۔فرمانے لگے۔بیشک تم بہت گستاخ ہو تم نے میرے سامنے یہ کہا کہ جناب امیر علیہ السلام نے کوئی خدمت فی الدین نہیں کی۔مَیں نے عرض کیا کہ اگر میرا یہی عقیدہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے کوئی خدمت فی الدین نہیں کی تو بیشک میرے جیسا کوئی مرتد نہیں کوئی ملحد نہیں۔مَیں نے تو صرف ایک اعتراض ایک سُنّی الاصل شخص کی طرف سے پیش کیا اور اس کا امیدوار تھا کہ مولوی علی رضا اور مولوی انصار حسین اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔نواب صاحب کہنے لگے۔کیا تمہارے خیال میں اس کا کوئی جواب ہو ہی نہیں سکتا۔مَیں نے کہا کیوں نہیں اس کے صدہا جواب ہوسکتے ہیں۔مَیں تو

جناب امیر علیہ السلام کے ایسے فضائل ثابت کرسکتا ہوں جیسے دو اور دو چار۔ کہنے لگے ہاں تمہارا خیال ہے دوسرا کوئی اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ سُنو میں جواب دیتا ہوں۔ چوبدار کی طرف اشارہ کرکے کہا مولوی انصار حسین اور مولوی علی رضا کو بُلاؤ۔ جب وہ دونوں حاضر ہوگئے تو اُن کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ دیکھو مولوی عبیداللہ کا خیال تھا کہ بس مَیں نے قلعہ فتح کرلیا شیعہ مذہب کا کوئی آدمی اس کا جواب ہی نہیں دے سکتا۔ اُس وقت میری طبیعت کبیدہ تھی میں نے جواب دینا پسند نہیں کیا تھا سو تم منصف ہو کر میری باتوں کو سُنو۔ جناب امیر علیہ السلام نے عمرو ابن ود کو مارا، مرحب کو مارا، خیبر فتح کیا، خندق فتح کیا، شیخین نے کس اونٹ کا کان چیرا ہے؟ مولوی عبیداللہ جواب دو!۔ مَیں نے عرض کیا۔ یہ حقائق متحققہ ہیں، اظہر من الشمس، ابین من الامس اور بدیہی اموریں سے ہیں۔ کون بے وقوف ان کا انکار کرسکتا ہے۔ کہنے لگے کیا یہ خدمت فی الدین نہیں؟ مَیں نے کہا بیشک خدمت فی الدّین ہے۔ کہنے لگے تو شیخین کی ایسی خدمت فی الدّین تم پیش کرو۔ مَیں نے عرض کیا۔ یہ سوں ہی کی رات کی تقریر سے عاجز خوفزدہ ہوگیا ہے، بحالتِ خوف کہاں جرأت رکھتا ہوں کہ عرض کروں۔ کہنے لگے نہیں آزادی سے بیان کرد۔ مَیں نے کہا حضور آزادی کیسی؟ کہنے لگے میرے سر کی قسم بیان کرو۔ تم اطمینان رکھو، مَیں مذہبی معاملہ میں کسی کے ساتھ بُرا سلوک کرنا اچھا نہیں سمجھتا۔ مَیں نے کہا تو پھر عرض کرتا ہوں کہ اگر شیخین نے کسی اونٹ کا کان نہیں چیرا تو حضرت عیسےٰؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت زکریا اور حضرت سموئیلؑ نے کس اونٹ کا کان چیرا ہے۔ بلکہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ خود نبی کریمؐ نے کس کو قتل کیا ہے؟ بلکہ اس پر ایک وحشی حمزہؓ کا قاتل معارضہ کرے گا کہ مَیں نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا ہے جو عمرو ابن ود اور مرحب سے زیادہ کافر تھا۔ کیونکہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور مسیلمہ نے نبوّت کا دعویٰ کیا تھا۔ نواب صاحب کہنے لگے۔ کیا کسی کافر کا قتل کرنا داخلِ فضیلت نہیں ہے۔ مَیں نے کہا ایک کافر کو مُسلم کرنا اور مسلم کو مومن اور مومن کو باخدا بنانا داخل فضیلت ہے نہ کہ کافر کو قتل کرنا۔ ورنہ وحشی کو بھی افضل صحابہ سمجھا جائے۔

اِس پہلو کو چھوڑ کر نواب صاحب فرمانے لگے۔ تو اچھا جناب امیر علیہ السلام ابنِ عم رسول خداؐ زوج بتولؓ ہیں یا نہیں؟ مَیں نے کہا دریں چہ شک۔ فرمانے لگے کیا یہ فضیلتِ خاص کچھ کم ہے؟ مَیں نے کہا بڑی فضیلت ہے۔ اِس کا کون انکار کرسکتا ہے۔ کہنے لگے۔ کیا شیخین کو یہ فضیلت حاصل تھی؟ مَیں نے کہا نہیں۔ کہنے لگے بس اِسی پر ٹھہر جاؤ تمہاری سب باتوں کا جواب ہوگیا۔ مَیں نے ہنسکر عرض کیا بیشک تسلّی ہوگئی۔ میرے ہنسنے پر فرمانے لگے۔ بڑا خبیث النفس ہے دل میں کچھ ہے ظاہر کچھ کرتا ہے۔ تیرے دل میں جو کچھ ہے بیان کردے۔ مَیں نے کہا حضور میرے دل میں کیا ہوتا۔ کہنے لگے، نہیں کوئی اعتراض ہے تو بیان کردے۔ مَیں نے کہا اتنی ہی بات ہے۔ سائل یہ کہیگا کہ مَیں خدمت فی الدّین کی نسبت پوچھتا ہوں اور جواب قرابتِ قریبہ سے دیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہیگا کہ فضل بن عباسؓ، قثم بن عباسؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عقیل ابن ابی طالب۔ یہ چاروں معاذ اللہ

کریں گے کہ ہم بھی ابنِ عمِ رسول اللہ ہیں۔ اگر دامادِ رسولؐ ہونا ہی باعثِ فخر ہے تو ابو العاص بھی معارضہ کر سکتا ہے کہ مَیں بھی دامادِ رسولِ خدا ہوں۔ شاید حضور کہہ دیں گے کہ عثمانؓ داماد ہی نہیں تھا۔ مگر مورخ تو یہی لکھتے ہیں۔ اور پھر وہی بات رہی کہ قرابت مندی کو خدمت فی الدین سے کیا تعلق؟ اس پر فرمانے لگے۔ تیرے دل سے نورِ ایمان جاتا رہا۔ مَیں نے تو کسی خارجی سے بھی ایسے الفاظ نہیں سُنے۔ اچھا تُو نے یہ بات کہی تھی کہ حضرت عثمانؓ جامع القرآن ہیں۔ اس پر ذو الفقار علی خان صاحب فرمانے لگے۔ نہیں جامع القرآن تو حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ نواب صاحب نے کہا۔ مَیں عبید اللہ سے گفتگو کر رہا ہوں آپ اس میں دخل نہ دیں جامع القرآن حضرت امیر علیہ السلام ہیں۔ آپؑ نے علیٰ ترتیب التنزیل قرآن کو جمع کیا تھا۔ کیا یہ فضیلت نہیں ہے؟ کیا اس کا بھی انکار ہے کہ یہ خدمت فی الدین نہیں ہے۔ مَیں نے کہا اگر پایۂ ثبوت تک پہنچ جائے تو بیشک بڑی فضیلت ہے۔ فرمانے لگے کیا تیرے نزدیک پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتی۔ مَیں نے کہا نہیں۔ کہنے لگے کیوں؟ مَیں نے کہا معترض یہ اعتراض کریگا کہ جناب امیر علیہ السلام نے وہ قرآن کہاں رکھا؟ کہنے لگے چونکہ صحابہؓ نے اُس کو نامنظور کیا اس لئے آپ نے اہلبیت کو دیدیا۔ مَیں نے کہا اہلبیت نے کہاں رکھا؟ کہنے لگے نسلاً بعد نسلٍ ائمہ کے پاس چلا گیا۔ مَیں نے کہا اب کہاں ہے؟ کہنے لگے جناب صاحب الامر علیہ السلام (یعنی مہدی) کے پاس ہے جس وقت وہ خروج کریں گے اُس وقت لوگ اُس کی زیارت کریں گے۔ مَیں نے عرض کیا یہ قرآن جو بین ایدی الناس ہے یہ بھی منزل من اللہ ہے یا نہیں ہے؟

کہنے لگے ہاں ہے مگر مناقب اہلبیت کی جس قدر آیتیں تھیں عثمانؓ نے نکال ڈالیں۔ مَیں نے کہا اگر نکال ڈالیں تو اُن کا گناہ عثمانؓ کے ذمہ ہوا ہوگا۔ کچھ اُنہوں نے بڑھایا تو نہیں؟ کہنے لگے بڑھایا نہیں گھٹایا ضرور ہے۔ مَیں نے کہا گھٹانے میں تو گفتگو نہیں ہے لیکن بڑھایا نہیں تو پھر یہ قرآن تو بُرا فیصلہ دیتا ہے۔ کہنے لگے کیا؟ حافظ احمدؐ علیخان شوقؔ بیٹھے ہوئے تھے مَیں نے حافظ صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا وہ آیت کس طرح ہے؟ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ مَیں نے کہا آگے۔ حافظ صاحب نے پڑھ دیا اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ مَیں نے دونوں کان ہاتھ سے پکڑ کر کہا توبہ! توبہ!! ایک آیت کے کتمان پر جب یہ وعید ہو تو میری زبان پر انگارے پڑیں کہ مَیں کہوں جناب مہدیؑ نے تمام قرآن کا کتمان کر لیا ہے۔ فرمانے لگے۔ عبید اللہ بس!! اب مجھ میں تیری بات سُننے کی تاب نہیں رہی۔ آج تُو نے برسوں کی رات سے بھی زیادہ سخت کلامی کی ہے۔ مجھے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ تُو خارجی گروہ میں سے ہو گیا ہے۔ کیا کہوں اگر تُو نے جناب امیرؑ کی سوانحعمری نہ لکھی ہوتی تو تیرا حشر جو کچھ ہوتا لوگ دیکھ لیتے۔ مَیں نے کہا۔ سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے حافظ احمدؐ علیخاں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے اس دیوانے کو فہمائش کر دو یہاں رامپور میں کوئی اِس کو قتل کر دیگا پھر اس کی جماعت کے لوگ کہیں گے کہ جس طرح امیر کابل نے ایک قادیانی کو قتل کر دیا ہے یہ قتل میرے منہ تھوپینگے حافظ احمدؐ علیخان شوقؔ کہنے لگے۔ حضور! اس کا اعتقاد یہ

نہیں ہے۔ یہ پکا حضرت امیرؑ کا مدّاح ہے میں جانتا ہوں کہنے لگے۔ ہیں ؟ علیہ اللہ کیا جناب امیرؑ نے کوئی خدمت فی الدین نہیں کی ؟ میں نے کہا کی اور بڑی اعلیٰ پایہ کی خدمت فی الدین کی۔ کہنے لگے وہ کونسی ایسی خدمت ہے؟ میں نے کہا ہے تو سہی میں عرض کر دیتا ہوں۔ مگر حضور تسلیم نہیں کریں گے۔ کہنے لگے وہ کونسی ایسی خدمت فی الدین ہے جو ہم شیعہ تسلیم نہیں کریں گے۔ میں نے کہا حضور وہ یہ ہے کہ حضرت امیرؑ نے کشفِ شہود اور علمِ باطن کا دروازہ اُمتِ محمدیہ کے مُنہ پر کھول دیا۔ حضرت جنیدؒ کہتے ہیں۔ مرجعنا فی ھذا الباب علیؓ ابن ابی طالب۔ ہمارا مرجع اِس باب میں، یعنی تصوّف اور سلوک میں علیؓ ابن ابی طالب ہے۔ قادریہ۔ چشتیہ۔ سہروردیہ۔ شاذلیہ مجددیہ۔ نقشبندیہ تمام سلاسل کی انتہا حضرت امیرؑ کی ذاتِ مقدس ہے اور یہ فیض باطنی الیٰ یوم القیامہ امّتِ محمدیہ میں جاری رہے گا۔ مگر حضرات شیعہ کہتے ہیں۔ امام یازدہم حسن عسکری علیہ السلام تک پہنچکر ختم ہو گیا ہے۔ اور اب جناب صاحب الامر خروج فرما کر از سرِنو اِس کو زندہ کریں گے اور اِن دوازدہ امام کے سوا کوئی شخص کوئی متنفس خواہ کتنا ہی عابد زاہد ہو اِس فیضِ باطنی کو حاصل نہیں کر سکتا یہ خاصہ دوازدہ امام ہے۔

نواب صاحب فرمانے لگے (مفہوم) تُو پہلے اہلِ تشیع تھا۔ اب قادیانی ہو گیا۔ ایسے متغیّر اعتقاد والے کا کیا اعتبار ہے ؟ میں نے کہا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جن کو اہلِ تشیع بھی اپنا پیشوا سمجھتے ہیں پہلے پارسی تھے، پھر یہودی ہوئے، پھر عیسائی ہوئے، پھر مسلمان ہوئے۔

نواب صاحب بولے۔ واہ کن بزرگوں سے اپنے آپ کو تشبیہ دیتا ہے۔ اِن قادیانیوں کے پاس مثالیں گھڑی رہتی ہیں۔ پھر کہنے لگے۔ اچھا تو نے کیا میرے ہی برخلاف کرنا تھا۔ میں نے کہا لوگ یہ نہ کہیں روٹی کے بدلہ شیعہ ہو گیا یا روٹی کے بدلہ سُنّی ہو گیا۔ کہنے لگے ہاں میں جانتا ہوں تُو طامع آدمی نہیں ہے۔ اسی لئے ارجح المطالب میں تُو نے لکھا ہے کہ میں نے اس کے بدلے میں کسی سے کچھ لینا نہیں۔ میں تو تبھی سے جانتا ہوں کہ تو خوشامد کرنے والا نہیں۔ یہ تجھ میں وصف ہے جسے میں پسند کرتا ہوں۔ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو اُسے مُنہ بھی نہ لگاتا۔ اچھا جاؤ رخصت +

رسالہ مصباح کا

سالانہ نمبر

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ جماعت احمدیہ کی زیرِ نگرانی ایک ماہانہ رسالہ مصباح شائع ہوتا ہے۔ ہجرت کے بعد مرکزِ سلسلہ سے شائع ہونیوالا یہ پہلا رسالہ ہے۔ عورتوں کے لئے تبلیغی اور تربیتی لحاظ سے یہ رسالہ نہایت بابرکت رسالہ ہے۔ اس رسالہ کا "سالانہ نمبر" مارچ ۵۲ء میں شائع ہوا ہے جو اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک بلند پایہ نمبر ہے۔ بعض مضامین ادبی لحاظ سے بھی خصوصیت رکھتے ہیں۔

عزیزہ محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ خورشید ادیب عالم اِس رسالہ کی ایڈیٹر ہیں۔ سالانہ چندہ چھ روپے ہے۔

پتہ:- دفتر مصباح ربوہ ضلع جھنگ ہے۔

جماعت احمدیہ میں سلسلۂ خلافت!

احباب فریق لاہور پر مسئلۂ خلافت کے متعلق اتمام حجت!!

(۱)

جناب مولوی محمد علی صاحب کی پارٹی یا فریق لاہور نے ۱۹۱۴ء میں جماعت احمدیہ سے علیحدگی اختیار کر کے لاہور میں الگ انجمن کی بنیاد رکھی۔ اس تفرقہ کا بنیادی سبب کیا تھا؟ جناب مولوی صاحب موصوف کا اپنا بیان ہے کہ:-

"اس وقت ہمارے اندر جو اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ ایک فریق کہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد تا قیامت خلفاء کا ایک سلسلہ ہوگا جن میں سے ہر ایک خلیفہ نہ صرف ساری قوم کا مطاع ہوگا بلکہ اس کے ہاتھ پر تمام احمدیوں کو خواہ وہ دنیا کے کسی کونہ میں ہوں بیعت کرنی ضروری ہوگی اور جو بیعت نہیں کریں گے وہ فاسق ہوں گے اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نہ صرف خلفاء کا سلسلہ لازمی نہیں بلکہ یہ چل نہیں سکتا۔ اور کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی تحریریں اس بات پر شاہد ہیں کہ انہوں نے اپنے بعد کسی فردِ واحد خلیفہ کی اطاعت کو ضروری قرار نہیں دیا بلکہ اصلی جانشین اور ساری قوم کا مطاع ایک انجمن کو قرار دیا ہے۔" (ضمیمہ پیغام صلح ۲ / اپریل ۱۹۱۴ء)

گویا جماعت احمدیہ میں اختلاف کرنیوالوں نے ۱۹۱۴ء میں **خلافت کے انکار** کی وجہ سے اختلاف کیا تھا۔ اور یہی اُن کے الگ ہونے کی اصل وجہ تھی۔

(۲)

اب زیرِ غور سوال یہ ہے کہ آیا اس وجہ سے احبابِ فریق لاہور کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں اختلاف پیدا کرنے کا حق تھا؟ اس ضمن میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات مئی ۱۹۰۸ء میں ہوئی تھی۔ اسوقت ساری جماعت کا متحدہ مسلک کیا تھا اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کی رُو سے خلافت کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتی تھی؟ جناب مولوی محمد علی صاحب اور دوسرے اکابر کی طرف سے ۱۹۰۸ء میں حضرت اقدس علیہ السلام کی وفات کے بعد سب سے **پہلا اعلان** بدیں الفاظ شائع ہوا تھا کہ:-

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے **آپؑ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق** حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقرباء حضرت مسیح موعودؑ و باجازت حضرت **اُمّ المومنین کُل قوم** نے جو قادیان میں موجود تھی اور جسکی تعداد اُسوقت بارہ سو تھی والا مناقب حضرت حاجی الحرمین الشریفین جناب حکیم نور الدین سلمہٗ کو آپ کا **جانشین** اور **خلیفہ** قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔" (اخبار بدر ۲ / جون ۱۹۰۸ء)

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار بدر نے تحریر فرمایا کہ:-

"حضرت مسیح موعودؑ کے بعد آپؑ کا جانشین وہ شخص ہے جس کے جھنڈے کے نیچے خدا تعالیٰ نے تمام جماعت کو فوراً جمع کر دیا اور پیشتر اس کے کہ حضرت اقدسؑ کو دفن کیا جاتا **تمام جماعت** نے بالاتفاق حضرت مولوی نورالدین صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کا **خلیفہ** مان لیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی" (اخبار بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

ان اقتباسات سے مولوی محمد علی صاحب کے بیانِ بالا مندرجہ ضمیمہ پیغام صلح ۲ اپریل ۱۹۱۴ء کی خود بخود تردید ہو جاتی ہے۔

(۳)

۱۹۰۸ء سے لیکر ۱۹۱۴ء تک چھ برس کے عرصہ تک تمام جماعت احمدیہ جن میں فریق لاہور کے افراد بھی شامل تھے حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کو **خلیفۃ المسیح الاول** مانتی رہی اور اس عرصہ میں حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ نے مسئلہ خلافت کے متعلق جو ارشادات فرمائے اُن میں سے چند یہ ہیں:-

(الف) "جس طرح ابوبکر اور عمر خلیفہ تھے۔ رضی اللہ عنہما اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے مجھے مرزا صاحبؑ کے بعد خلیفہ کیا۔" (اخبار بدر ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء)

(ب) "میں جب مروں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اُس کو آپ کھڑا کرے گا۔ تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں تم خلافت کا نام نہ لو۔ **مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔** اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تم کو مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔" (اخبار بدر ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء)

(ج) "یہ اعتراض کرنا کہ خلافت حقدار کو نہیں پہنچی رافضیوں کا عقیدہ ہے۔ اس سے توبہ کر لو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے۔ فرشتے بن کر اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرو ابلیس نہ بنو۔" (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

(د) "اگر کوئی کہے انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں تم ان سے بچو۔ پھر سُن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے، نہ انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں۔ اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی رِدا (چادر) کو مجھ سے چھین لے۔" (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

یہ چار اقتباس بطور نمونہ درج ہیں - اِن عبارتوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے جماعتِ احمدیہ میں خلافت کے جاری ہونے ، اپنی خلافت کے مرتبہ اور خلیفہ کے معزول نہ کئے جانے کے بارے میں ناطق ارشادات فرمائے ہیں -

(۴)

ساری جماعت احمدیہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت تحریری اقرار کیا تھا کہ :-

" حضرت مولوی صاحب کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا " (بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

جناب مولوی محمد علی صاحب نے اِس بیعت کی حقیقت کا الفاظ ذیل میں اعلان کیا تھا کہ :-

(الف) " خلیفۃ المسیح کی بیعت ہم لوگوں نے جو سلسلۂ احمدیہ میں داخل ہیں کی - اور اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح کے جملہ احکام کو خواہ وہ مسائل کے بارے میں ہوں یا کسی اَور بارے میں ان سب لوگوں کے لئے ماننا ضروری ہے جنہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی "

(ب) " یہ بیعت اللہ تعالےٰ کے ساتھ رُوحانی تعلق بڑھانے کے لئے ، حضرت خلیفۃ المسیح جیسے پاک وجود کی دُعاؤں سے فائدہ اُٹھانے کے لئے اور آپ کے علم و فضل کے آگے سر نیچا کرنے کے لئے تھی - اور اسلئے ضروری تھا کہ مرید اپنے آپ کو مُرشد کے سامنے ایک بے جان کی طرح ڈال دے اور اپنی جملہ خواہشات کو اس کے سپرد کر دے - نہ یہ کہ مرشد کہتا ہے کہ فلاں بات درست ہے تو مرید کہتا ہے کہ مرشد نے سمجھا ہی نہیں ، مَیں اس کو بہتر سمجھتا ہوں - یہ بیعت کر لینے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح کی گستاخی ہے اور بیعت کے مفہوم کے ساتھ ہنسی ہے " (ٹریکٹ " ایک ضروری اعلان " صفحہ ۱۱)

ان حالات میں جناب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے کسی ساتھی کا حق نہ تھا کہ مسئلۂ خلافت کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے مسلک سے سرِ مو انحراف کرتے - اور حضورؓ کی تصریحات کے خلاف سرے سے جماعت احمدیہ میں خلافت کے وجود سے انکار کر دیتے - حالانکہ حضرت خلیفۂ اوّل مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے متواتر چھ برس تک اِس مسئلہ کی وضاحت کے بعد مرض الموت میں بطور وصیت بھی فرمایا تھا جسے خود غیر مبایعین کے اخبار نے شائع کیا تھا کہ :-

" خلیفے اللہ ہی بناتا ہے - میرے بعد بھی اللہ ہی بنائے گا "

(پیغام صلح ۲۴ فروری ۱۹۱۴ء)

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ اتنی تاکیدات کے باوجود اہلِ لاہور نے حضرت خلیفۂ اوّل کی وفات پر ۱۹۱۴ء میں اس بناء پر جماعت میں تفرقہ پیدا کیا کہ جماعت احمدیہ کا کوئی خلیفۂ ثانی نہ ہو -

(۵)

جس غیر اسلامی جمہوریت کے نام پر جناب مولوی محمد علی صاحب

اور اُن کے ساتھیوں نے جماعت احمدیہ میں سلسلہ خلافت کا انکار کیا تھا۔ اِس کا کچھ تجربہ کرنے کے بعد مولوی صاحب موصوف اور اُن کے ساتھیوں کو اعلان کرنا پڑا کہ:-

(الف) "پھر مَیں کہتا ہوں کہ نظام کی بنیاد ایک ہی بات ہے کہ اِسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا۔ سُنو اور اطاعت کرو۔ جب تک یہ رُوح نہ پیدا ہو جائے، جب تک تمام افراد جماعت ایک آواز پر حرکت میں نہ آجائیں، جب تک تمام اطاعت کی ایک سطح پر نہ آجائیں ترقی محال ہے۔" (خطبہ مولوی محمد علی صاحب مطبوعہ پیغام صلح ۲۷ فروری ۱۹۳۷ء)

(ب) "جب تک عنان ایسے امیر کے ہاتھ میں نہ ہو جس کے ہاتھ پر عملی طور پر تن من دھن کی قربانی کی بیعت نہ کی ہو مستقل اور پائندہ ترقی محال ہے ...... یہ تبھی ممکن ہے جبکہ ایک واجب الاطاعت امیر کے ہاتھ میں جماعت کی باگ ڈور ہو۔ تمام افراد اس کے اشارے پر حرکت کریں۔ سب کی نگاہیں اسکے ہونٹوں کی جنبش پر ہوں اور جونہی اُس کی زبان فیض ترجمان سے کوئی حکم مترشح ہو سب بلا حیل وحجت اُس پر عمل پیرا ہوں۔" (پیغام صلح ۷ فروری ۱۹۳۷ء)

اِن حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ ہمارے اِن بچھڑے ہوئے بھائیوں پر آخر یہ ثابت ہو گیا کہ جماعتی ترقی کے لئے خلیفہ کا وجود کتنا ضروری ہے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب نے تحریر فرمایا ہے:-

"جب تک جماعت کے لئے کوئی امیر نہیں اُس وقت تک اُسکی کامیابی کا کوئی رستہ بھی نہیں کھلتا۔" (مکتوب چہارم پیغام صلح ۲۸ مارچ ۱۹۵۱ء)

اِسی مکتوب چہارم میں جناب مولوی صاحب نے بعض تلخ تجارب کے پیش نظر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ:-

"امیر کی اطاعت فرض ہے۔ مجھ میں ننانوے عیب ہوں گے مگر آپ نے خود اِن ننانوے عیبوں کو ڈھانک دیا اور ان سے چشم پوشی کی۔ جب آپ نے مجھے اپنا امیر بنا لیا۔ اسلئے اب اپنے اقراروں کے بعد میرا ساتھ نہ چھوڑو۔ ورنہ آپ کی مثال ایسی عورت کی ہوگی جس نے کات کر پھر اپنے سُوت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اَلَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا۔ حدیث نبوی کو یاد کرلو۔ اَلْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَيْكُمْ مَعَ كُلِّ اِمَامٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا۔ اگر آپ مجھے فاجر بھی سمجھتے ہیں تو بھی جب تک مَیں اِس مقام پر کھڑا ہوں اس جہاد میں جس پر آپ کو امام زمان نے لگایا ہے میرا ساتھ دینا تم پر فرض ہے۔"

(پیغام صلح ۲۸ مارچ ۱۹۵۱ء مث)

پس فریقِ لاہور کا جماعت احمدیہ میں خلافت کا انکار دراصل صرف عداوتِ محمود ایدہ اللہ بنصرہ کی وجہ سے

تھا ورنہ اصولاً آج بھی ان پر واضح ہے کہ جماعت کی ترقی ایک واجب الاطاعت امام یعنی خلیفہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ ہمارے یہ بھائی اِس اتمامِ حُجت کے بعد ہی حق کی طرف رجوع کریں اور جماعتی تفرقہ کے شدید جرم سے توبہ کریں۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے تو ۱۹۱۴ء میں حلفیہ اعلان کر دیا تھا کہ:۔

"میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے کبھی انسان سے خلافت کی تمنا نہیں کی۔ اور یہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سے بھی کبھی یہ خواہش نہیں کی کہ وہ مجھے خلیفہ بنا دے۔ یہ اس کا اپنا فعل ہے یہ میری درخواست نہ تھی۔ میری درخواست کے بغیر یہ کام میرے سپرد کیا گیا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے کہ اُس نے اکثروں کی گردنیں میرے سامنے جھکا دیں میں کیونکر تمہاری خاطر خدا تعالیٰ کے حکم کو رد کروں۔ **مجھے اُس نے اُسی طرح خلیفہ بنایا جس طرح پہلوں کو بنایا تھا۔** گو میں حیران ہوں کہ میرے جیسا نالائق انسان اُسے کیونکر پسند آ گیا۔ لیکن جو کچھ بھی ہو اُس نے مجھے پسند کر لیا اور اب **کوئی انسان اِس کُرتہ کو مجھ سے نہیں اُتار سکتا جو اُس نے مجھے پہنایا ہے۔**" (رسالہ "کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے"۔ ص۶)

اِس اعلان کی حقانیت کا اڑتیس (۳۸) برس تک مشاہدہ کرنے کے بعد اگر کوئی **احمدی** کہلا کر خلافتِ ثانیہ کا انکار کرتا ہے تو اس کا معاملہ خدا ہی سے ہے۔

وَ آخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

مسئلہ خلافت اور فریقِ لاہور

فریقِ لاہور نے سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہٖ کی خلافت کا انکار کیا اور اس خلافتِ حقہ کو نیچا دکھانے کیلئے سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی، مولانا غلام حسن خان صاحب پشاوری اور خواجہ کمال الدین صاحب کو بیعت لینے کیلئے تین خلیفے مقرر کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ حضرت سید حامد شاہ صاحب نے تو اختلاف کے ابتداء میں ہی خلافتِ ثانیہ کی بیعت کر لی اور جناب مولوی غلام حسن خانصاحب نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں بیعت کر لی اور جناب خواجہ صاحب مرحوم فوت ہو گئے۔ اِس طرح خلافتِ ثانیہ کے مقابلہ پر اہلِ پیغام کا قائم کردہ سلسلہ خلافت درہم برہم ہو کر رہ گیا۔

اِس پر ہمارے لاہوری بھائیوں نے غیر احمدیوں کو خوش کرنے اور جماعت احمدیہ کو چڑانے کیلئے سلطان ٹرکی کی خلافت کو تسلیم کرنیکا اعلان کر دیا۔ لیکن جب ترکوں نے خود اپنے ہاتھوں اس قبائے خلافت کو تار تار کر دیا تو ہمارے غیر مبائع بھائیوں کیلئے کوئی مفر نہ رہا۔

کیا اس عملی شہادت سے یہ ثابت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلافتِ صادقہ صرف حضرت مرزا محمود احمد ایدہ اللہ بنصرہٖ کی ہے؟ +

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل کی وصیت نہیں فرمائی

حضرت علیؓ کا اپنی مرضی سے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنا

(از جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ)

مسئلہ خلافت میں علمائے اہلسنّت کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ خلافت مشورہ سے قائم ہوتی ہے (مشورہ سے نامزد ہونیوالے خلیفہ کی طرف سے گو نہ تعیین بھی نمائندگی ہوتی ہے) لیکن شیعہ علماء کا نقطۂ خیال یہ ہے کہ خلافت کا منصب صرف اور صرف وصیّت سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ شیعہ علماء کے نزدیک خلافتِ نبویؐ کا حقدار صرف وہی شخص ہے جس کے متعلق خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیّت کی ہو یا آپؐ کے بعد خلیفہ نے وصیّت کی ہو۔ اِس نقطۂ نگاہ کے اختلاف کی وجہ سے شیعہ اصحاب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ چونکہ آپؓ مشورہ سے خلیفہ ہوئے ہیں اسلئے آپؓ جائز حقدار نہیں بلکہ خلافتِ نبویؐ کے جائز حقدار صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے جن کے متعلق حجۃ الوداع سے واپسی پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیرِ خم کے مقام پر وصیّت فرما دی تھی کہ وہ آپؐ کے بعد آپؐ کے جانشین اور خلیفہ ہوں گے۔

علمائے اہل السنّت یہ کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غدیرِ خم کے مقام پر جو خطبہ دیا اس میں یہ تو بے شک فرمایا کہ مَن کُنتُ مولاہُ فعلیٌّ مولاہُ "کہ جس کا میں دوست ہوں حضرت علیؓ بھی اسکے دوست ہیں"۔ اور یہ خطبہ آپؐ نے اسلئے دیا کہ حضرت علیؓ سے بعض لوگوں کو کچھ شکر رنجی تھی جس کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبّت کے واسطہ سے ازالہ فرمانا چاہا۔ مگر ان الفاظ میں مولیٰ کے لفظ سے آپؐ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق کسی وصیّت کرنے یا نص بیان کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا چونکہ مولیٰ کا لفظ زبان عربی میں کئی معنی رکھتا ہے۔ اس کے معنی دوست بھی ہیں اور حاکم بھی اسلئے شیعہ اصحاب نے اِس لفظ کو حاکم کے معنوں میں لے کر اس حدیث کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کے لئے وصیّت قرار دیدیا ہے۔ شیعہ اصحاب کے علاوہ اُمّتِ محمدیہ کے دوسرے علماء و فقہاء نے اور بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس فقرہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لئے وصیّت نہیں سمجھا۔ چونکہ یہ لفظ کئی معنوں کا حامل ہے اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فقرہ محتمل المعانی ہونے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لئے نصِ صریح قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پس جب یہ لفظ محتمل المعانی ہے تو علمائے اہلسنّت اِس بارہ میں حق بجانب ہیں کہ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لئے نص قرار نہ دیں۔

لیکن اِس فقرہ کو اگر غور کی نظر سے دیکھا جائے اور

اس کے سیاق کو مدنظر رکھا جائے تو مولیٰ کے معنی صاف متعین ہو جاتے ہیں کہ یہ لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ صرف دوست کے معنوں میں استعمال فرمایا ہے۔

چنانچہ اس کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن کا میں مولیٰ ہوں حضرت علیؓ بھی اُن کے مولیٰ ہیں اگر اس جگہ مولیٰ کے لفظ سے مراد آپؐ کی خلافت اور نیابت ہوتی تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے کہ جن کا میں مولیٰ ہوں حضرت علیؓ میرے بعد اُن کے مولیٰ ہوں گے۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا تو نہیں فرمایا بلکہ دم نقد حضرت علیؓ کو مولیٰ قرار دیا۔ حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ اگر مولیٰ کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ اپنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے حاکم کے معنوں میں استعمال فرمایا ہوتا تو پھر یوں فرماتے کہ حضرت علیؓ میرے بعد مولیٰ ہوں گے۔ کیونکہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُمت کے مولیٰ بمعنی حاکم اعلیٰ ہوں اور اُسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اُمت کا حاکم اعلیٰ قرار دے رہے ہوں۔

دوسرا قرینہ علمائے اہل السنت کی تائید میں یہ ہے کہ اس فقرہ کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا فرمائی ہے کہ اللّٰھم وال من والاہ کہ اے اللہ جو علیؓ سے محبت رکھے تو اُس سے محبت رکھ۔ یہ دُعائیہ فقرہ قوی قرینہ ہے کہ اس سے ملحقہ فقرہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مولیٰ قرار دیکر ان سے موالات (دوستی) رکھنے کی ہی تاکید فرمائی ہے نہ یہ کہ ان کے بارے میں اس میں خلافت کے متعلق کوئی وصیت فرمائی ہے۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں اِس فقرہ میں وصیت فرمائی ہوتی تو یہ ناممکن تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات پاتے ہی بالاتفاق اِس وصیت کے خلاف مشورہ کے ذریعہ ایک اَور شخص یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ لوگ ہیں جن کی تربیت خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے براہِ راست اپنے انفاسِ قدسیہ سے فرمائی تھی۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان کو اپنے سر آنکھوں پر رکھتے تھے، یہ کیسے ممکن تھا کہ یہ سب لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات پاتے ہی آپؐ کی وصیت سے برگشتہ ہو جاتے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خدا تعالیٰ نے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کی سند خود قرآن مجید کی مقدس وحی میں عطا فرما رکھی تھی۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اُن کی اکثریت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وفات پاتے ہی گمراہ ہو جاتی۔ یہ تسلیم کرنے سے تو خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ پر بھی حرف آتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورۃ جمعہ)

"کہ خدا تعالیٰ نے اُمیوں میں ایک رسول انہیں میں سے بھیجا ہے جو ان اُمیوں کو خدا تعالیٰ کی آیات پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور اُنہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔"

کی خلافت بلا فصل کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت قرار دینے میں شیعہ علماء نے تکلف اور تصنع سے کام لیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ من کُنت مولاہُ فعلیٌّ مولاہُ کو منشائے متکلم کے خلاف معنی دینے کی کوشش کی ہے۔

قطع نظر اس تاریخی واقعہ کے علمائے اہل السنت یہ کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت بلا فصل کی وصیت کی ہوتی تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بالآخر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کیوں خلیفہ تسلیم کر لیتے۔ اور جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کیوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیتے چنانچہ بخاری کتاب الجہاد والسیر باب غزوہ خیبر کے ذیل میں روایت آتی ہے فالتمس مصالحۃ ابی بکر و مبایعتہٗ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے حضرت ابوبکرؓ سے مصالحت چاہی اور آپؓ کی بیعت کرنا چاہی چنانچہ اس کے بعد آپؓ کی بیعت کرنے کا واقعہ مذکور ہے۔

یہ تاریخی واقعہ بھی اس بات پر روشن دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی وصیت اپنے حق میں خلافت بلا فصل کے متعلق نہیں سمجھتے تھے ورنہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کی کوشش نہ کرتے۔

شیعہ علماء اس واقعۂ بیعت کے متعلق کہدیا کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی بیعت جبراً لی گئی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اپنی مرضی سے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی۔ چنانچہ شیعہ عالم مُلّا مجلسی "حق الیقین" مطبوعہ ایران کے صـ۳۷ پر لکھتا ہے:۔

"ہر چند سعی کرد کہ حضرت (علی) دستِ بیعت دراز کند نہ کرد۔ پس عُمر دستِ آنحضرت راگرفتہ و ابوبکر دستِ نحس (معاذ اللہ۔ ناقل) خودرا دراز کرد و بدستِ حق رساند"

کہ "حضرت ابوبکرؓ نے ہر چند کوشش کی مگر حضرت علیؓ نے بیعت کے لئے ہاتھ نہ بڑھایا تب حضرت عمرؓ نے آپؓ کا ہاتھ پکڑ کر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں دیدیا جو حضرت ابوبکرؓ نے بڑھایا ہوا تھا"

یہ تو ہے خیال مُلّا مجلسی کا۔ اب آؤ ہم دیکھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بارے میں خود کیا فرماتے ہیں۔ منار الہدیٰ میں جو شیعہ اصحاب کی کتاب ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا ایک خطبہ صـ۳۷۳ پر مندرج ہے۔ اس میں آپؓ فرماتے ہیں:۔

فمشیتُ عند ذٰلك الیٰ ابی بکر فبایعتُہٗ و نھضت فی تلك الاحداث حتّٰی زاغ الباطل وزھق وکانت کلمۃ اللّٰہ ھی العُلیا ولو کرہ الکٰفرون۔ فتولّٰی ابوبکر تلك الامور وسدّد وقارب واقتصد وصَحِبتُہٗ مناصحاً واَطَعتُہٗ فیما اطاع اللّٰہ فیہ جاھداً وما طمعت ان لو حدث بہ حدث وانا حیٌّ ان یردّ الامر الیّ۔

کہ "مَیں خود حضرت ابوبکرؓ کے پاس چل کر گیا اور مَیں نے اُس کی بیعت کی اور مَیں ان تمام

حوادث میں اُس کے ساتھ کھڑا ہؤا یہاں تک کہ باطل ایک طرف ہٹ گیا اور بھاگ گیا اور خدا تعالےٰ کا کلمہ بلند ہو گیا خواہ کافر اُسے ناپسند ہی کریں۔ ابوبکرؓ ان امور (خلافت) کا والی ہؤا اور اُس نے اُن میں بہتری، درستی اور میانہ روی کو اختیار کیا اور میں خیر خواہی کے ساتھ اُس کا رفیق اور دوست رہا اور میں نے اس کی اُن باتوں میں کوشش سے اطاعت کی جن باتوں میں اُس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور میں نے کبھی یہ طمع نہ کیا کہ میری زندگی میں اُس پر کوئی حادثہ گزرے اور خلافت کا امر میری طرف لوٹایا جائے۔"

حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا یہ زرّیں خطبہ صحیح بخاری کی روایت کا مؤید ہے اور یہ صاف بتا رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود جا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ہے اور پھر ان کے مؤید رہے ہیں۔ اور ان کے امور خلافت کو سر انجام دینے کے متعلق اُن کی رائے یہ ہے کہ اُنہوں نے درستی اور میانہ روی سے کام لیا ہے۔ اور پھر یہ بتایا ہے کہ آپؓ اُن کے خیر خواہ دوست کی طرح رہے اور اپنی کوشش سے تمام اچھے کاموں میں اُن کی اطاعت کرتے رہے اور آپؓ کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہؤا کہ حضرت ابوبکرؓ پر کوئی حادثہ گزرے اور خلافت مجھے مل جائے۔

پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اپنی خوشی سے کر لینا اور پھر کوشش کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اطاعت اور خیر خواہی کرنا اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ ان دونوں بزرگواروں میں کوئی تنازع باقی نہ رہا تھا اور یہ ایک جان اور دو قالب کا حکم رکھتے تھے پس حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے اس خطبہ میں شیعہ علماء اور باقی شیعہ صاحبان کے لئے ایک ہدایت کا سامان موجود ہے۔ خدا کرے کہ وہ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں اور جس خلوص اور محبت اور ان کی بہتری کے جذبہ سے میں نے یہ مضمون لکھا ہے خدا اس سے بڑھ کر اسے اس کے پڑھنے والوں کے لئے مفید بنائے۔ اللّٰھم آمین

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین +

نظامِ خلافت

ہے عہدِ خدا اہتمامِ خلافت
ہے بعد از نبوّت مقامِ خلافت
علاجِ پریشانیٔ بزمِ ہستی
اگر ہے تو ہے وہ نظامِ خلافت

راجہ نذیر احمد ظفر

"خلافت جو ہوئی قائم ہے منہاجِ نبوّت پر"

(نتیجۂ فکر جناب قاضی اکمل صاحب)

امام و پیشوا جب مہدیٔ ذی شان ہو میرا
سعادت ہائے بوقلموں سے پُر دامان ہو میرا

خلافت جو ہوئی قائم ہے منہاجِ نبوّت پر
بہارِ بے خزاں والا سدا بُستان ہو میرا

مسیح و مہدیٔ موعودؑ کے پہلے خلیفے تھے
وہ نورُالدّین رضی جن سے حق سُبحان ہو میرا

"چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمّت نور دیںؓ بودے"
دلیلِ راہِ حق ۔ ہر وقت یہ "فرمان" ہو میرا

شفا بخشِ دل و جاں جن کی ہر تقریر ہوتی تھی
دیا کرتے تھے جس کا درس وہ فرقان ہو میرا

امیرالمومنین، ابنِ مسیحؑ و قدرتِ ثانی
کہ جن کے حکم پر قربان سر و سامان ہو میرا

خدا رکھے یہ چشمہ فیض کا جاری قیامت تک
اطاعت ان کی ہر معروف میں ایمان ہو میرا

یہ تبلیغی و تنظیمی جو اُن کے کارنامے ہیں
ترقی یاب اُن کی دید سے عرفان ہو میرا

بڑھائی شان ربوہ کی تعالی اللہ کیا کہنا
یہی بنجر علاقہ ایک دن بُستان ہو میرا

کرے احقاقِ حق ۔ ابطالِ باطل اس زمانے میں
عصا بن کر یدِ بیضا یہ الفرقان ہو میرا

جو تکمیلِ اشاعت ہو تو یوں اتمامِ نعمت ہو
امام و پیشوا موعودِ کُل ادیان ہو میرا

عطا ہو بوالعطاء کو ذوالعطا نورِ قلم ایسا
کہ فائق سب مذاہب پر یہی قرآن ہو میرا

گذاری معصیت کاری میں اپنی عمر اکمل نے
دُعا ہے خاتمہ بالخیر والایمان ہو میرا

انتخابِ خلفاء کے مختلف طریقے!

[ذیل میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی معرکۃ الآراء کتاب ازالۃ الخفاء بزبان فارسی کا ایک اقتباس اہلِ علم کے غور کے لئے درج کیا جاتا ہے۔ اس میں انہوں نے انعقادِ خلافتِ خلفاء کے مختلف چار طریقے ذکر فرمائے ہیں (۱) بیعتِ اہلِ حلّ وعقد (۲) تعیین منجانب خلیفۂ سابق (۳) شوریٰ (۴) استیلاء۔ طریقۂ چہارم اصل شرعی طریق نہیں ہے۔ حضرت شاہ صاحب موصوف کے نزدیک حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت طریقۂ اوّل کے ذریعہ، حضرت عمرؓ کی خلافت طریقۂ دوم کے ذریعہ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت طریقۂ سوم کے ذریعہ منعقد ہوئی تھی ——— (ایڈیٹر)]

"انعقادِ خلافت بچہار طریق واقع شد۔

(۱) طریقِ اوّل بیعت اہلِ حلّ وعقد است از علماء وقضاۃ و امراء و وجوہ ناس کہ حضور ایشاں متیسّر شود و اتفاق اہلِ حلّ وعقد جمیع بلادِ اسلام شرط نیست۔ زیرا کہ آں ممتنع است و بیعتِ یک دو کس فائدہ ندارد۔ و زیرا کہ حضرت عمر در خطبۂ آخر خود فرمودہ اند

"فَمَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَلٰى غَيْرِ مَشْوَرَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَا يُبَايَعُ هُوَ وَالَّذِيْ بَايَعَهٗ تَغِرَّةً أَنْ يُقْتَلَا"۔

و انعقاد خلافت حضرت صدیق بطریق بیعت بودہ است۔

(۲) طریقِ دوم استخلافِ خلیفہ است مستجمع شروط را یعنی خلیفۂ عادل بمقتضائے نصح مسلمین شخصی را از میان مستجمعین شروطِ خلافت اختیار کند و جمع نماید مردماں را و نص کند باستخلاف وے و وصیّت نماید باتباعِ وے۔ پس ایں شخص میانِ سائر مستجمعین خصوصیّتے پیدا کند و قوم را لازم است کہ ہماں شخص را خلیفہ سازند۔ انعقادِ خلافتِ حضرتِ فاروق بہمیں طریق بود۔

(۳) طریقِ سوم شوریٰ است۔ و آں آنست کہ خلیفہ شائع گرداند خلافت را درمیان جمعی از مستجمعین شروط و گوید از میان ایں جماعہ ہر کرا اختیار کنند خلیفہ او باشد۔ پس بعد موت خلیفہ تشاور کنند و یکے را معین سازند و اگر برائے اختیار شخصے را یا جمعی را معین کنند اختیار ہماں شخص یا ہماں مجمع معتبر باشد و انعقادِ خلافت ذوالنورین بہمیں طریق بود کہ حضرت فاروق خلافت را درمیان شش کس شائع ساختند و آخر عبدالرحمان بن عوف برائے تعیینِ خلیفہ مقرر شد و وے حضرتِ ذوالنورین را اختیار نمود۔

(۴) طریقِ چہارم استیلاء است۔ چوں خلیفہ بمیرد و شخصے متصدی خلافت گردد بغیر بیعت و استخلاف، و ہمہ را بر خود جمع سازد و باستیلافِ قلوب یا بقہر و نصبِ قتال خلیفہ شود و لازم گردد

بر مرداں اتباعِ فرمانِ او در آنچہ موافق شرع باشد و ایں ہم نوع است۔

یکے آنکہ مستولی مستجمع شروط باشد و صرفِ منازعین کند بصلح و تدبیر از غیر ارتکابِ محرّمی و ایں قسم جائز است و رخصت انعقادِ خلافتِ معاویہ ابن ابی سفیان بعد حضرت مرتضیٰؓ و بعد صلح امام حسن ہمیں نوع بود۔

دیگر آنکہ مستجمع شروط نباشد و صرف منازعین کند بقتال و ارتکاب محرم و آں جائز نیست و فاعلِ آں عاصی است لیکن واجب است قبولِ احکامِ او چوں موافق شرع باشد و اگر عُمّالِ او اخذ زکوٰۃ کنند از اربابِ اموال ساقط شود و چوں قاضیِ او حکم نماید نافذ گردد حکمِ او۔ و ہمراہ او جہاد توان کرد۔ و ایں انعقاد بنابر ضرورت است زیرا کہ در عزلِ او افنائے نفوسِ مسلمین و ظہور ہرج و مرج شدید لازم است۔ چرا باید کرد برائے مصلحتے کہ موہوم است و محتمل۔ و انعقادِ خلافتِ عبد الملک بن مروان و اوّل خلفائے بنی عباسؓ ہمیں نوع بود۔

بالجملہ اگر شخصے متفرد باشد در زمانِ خود بشروطِ خلافت یا جمعی ہستند متصف بشروطِ خلافت و ایں شخص افضل ہمہ است منعقد نشود خلافتِ او بغیر یکے از طرق مذکورہ۔ زیرا کہ بصفتے کہ وے دارد بدونِ تسلط یا بیعت خلاف منقطع نشود و فتنہ ساکن نگردد۔ و لہذا جماعہ از صحابہ بعد انتقالِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم برفیق اعلےٰ مبادرت کردند بہ بیعتِ حضرت صدیقؓ و اکتفا نمودند بر افضلیتِ او۔ و اہلِ علم تکلّم کردہ اند در آنکہ خلافت حضرتِ مرتضےٰ بکدام طریق از طُرقِ مذکورہ واقع شد۔ مقتضائے کلام اکثر آنست کہ بہ بیعتِ مہاجرین و انصار کہ در مدینہ حاضر بودند خلیفہ شدند و اکثر نامہائے حضرت مرتضیٰؓ کہ باہلِ شام نوشتہ اند شاہد ایں معنی است۔"

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء صفحہ ۶-۵)

خلافتِ راشدہ کے قیام کیلئے مسلمانوں کی بیتابی

مشہور سیاسی لیڈر جناب مولانا محمد علی صاحب جوہر لکھتے ہیں:۔
"رات کو شریف پاشا کے ہاں کھانے کے بعد دیر تک ارکانِ اسلام اور تنظیم مسلماناں اور اس کیلئے ایک نئے طرز کے علماء پیدا کرنے اور تاسیس خلافت منہاجِ خلافت راشدہ پر گفتگو ہوتی رہی۔"
(رسالہ مولانا محمد علی کے یورپ کے سفر صفحہ ۱۲۶)

اصل بات یہ ہے کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے۔ خلافتِ حقّہ سے اعراض کر کے خود خلافت قائم کرنا ناممکن ہے۔

خلفاءِ راشدین رضؓ کے کلماتِ طیّبات

(از مکرم مولوی عبد الحمید صاحب آصف واقفِ زندگی)

ذیل میں گوہر ہائے آبدار کی ایک لڑی پیش کی جاتی ہے۔ یعنی حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے پاکیزہ خزانات میں سے ۹۱ نوشتے کلمات درج کئے جاتے ہیں۔ اس مجموعہ کے لئے الفرقان جناب مولوی عبد الحمید صاحب آصف کا شکر گزار ہے، جنہوں نے یہ لڑی پروئی ہے۔ (ایڈیٹر)

اقوال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

۱۔ صدقہ فقیر کے سامنے عاجزی سے باادب پیش کر کیونکہ خوشدلی سے صدقہ دینا قبولیت کا نشان ہے۔

۲۔ جسے رونے کی طاقت نہ ہو وہ رونے والوں پر رحم ہی کیا کرے۔

۳۔ زبان کو شکوہ سے روک خوشی کی زندگی عطا ہوگی۔

۴۔ اُس دن پر رو جو تیری عمر سے گزر گیا اور اس میں نیکی نہیں کی۔

۵۔ اخلاص یہ ہے کہ اعمال کا عوض نہ چاہے۔ دُنیا کو آخرت کے لئے اور آخرت کو اللہ کے لئے چھوڑ دے۔

۶۔ تو دُنیا کے سامانوں میں لگا ہے اور دُنیا تجھ کو اپنے سے نکالنے میں سرگرم ہے۔

۷۔ صبح خیزی میں مرغانِ سحر کا سبقت لے جانا تیرے لئے باعثِ ندامت ہے۔

۸۔ بندے کے اندر جب کسی زینتِ دُنیا سے عُجب آجاتا ہے تو اللہ اُس کو دشمن رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اُس زینت سے جُدا ہو جائے۔

۹۔ جو اللہ کے کاموں میں لگ جاتا ہے اللہ اُسکے کاموں میں لگ جاتا ہے۔

۱۰۔ بُروں کی ہم نشینی سے تنہائی بدرجہا بہتر ہے، اور تنہائی سے صحبتِ صلحاء بدرجہا بہتر ہے۔

۱۱۔ طالبِ دین عمل میں زیادتی کرتا ہے اور طالبِ دُنیا علم میں۔

۱۲۔ جس پر نصیحت عمل نہ کرے وہ جانے کہ میرا دل ایمان سے خالی ہے۔

۱۳۔ عمل بغیر علم کے سقیم و بیمار، اور علم بغیر عمل کے عقیم و بیکار ہے۔

۱۴۔ انسان ضعیف ہے، تعجب ہے کہ وہ کیونکر خدائے قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔

۱۵۔ بدبخت ہے وہ شخص جو خود تو مرجائے اور اس کا گناہ نہ مرے۔ یعنی کوئی بُری بات جاری کر جائے۔ مثلاً کھوٹا سکہ بنانا۔ بُری کھیل جاری کرنا۔ بُری کتاب کی اشاعت کرنا وغیرہ۔

اقوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ

۱۔ ایمان کے بعد بڑی نعمت نیک عورت ہے۔

۲- جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھتا ہے وہ گویا اپنی سلامتی کو اپنے قبضہ میں رکھتا ہے۔

۳- قوّت فی العمل یہ ہے کہ آج کے کام کل پر نہ اُٹھا رکھے جائیں۔

۴- تین چیزیں محبت بڑھانے کا ذریعہ ہیں۔ (۱) سلام کرنا (۲) دوسروں کے لئے مجلس میں جگہ خالی کرنا۔ (۳) مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا۔

۵- جب تم کسی صاحبِ علم کو دُنیا کی طرف مائل دیکھو تو سمجھ لو کہ دین کے بارے میں وہ قابلِ الزام ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جو شخص جس چیز کا خواہاں ہوتا ہے اُسی کی دھن میں ہر وقت لگا رہتا ہے۔

۶- بدخو کی دوستی سے احتراز لازم ہے۔ کیونکہ اگر وہ بھلائی بھی کرنا چاہتا ہے تو بھی اس سے بُرائی سرزد ہو جاتی ہے۔

۷- خدا اس شخص پر رحمت فرمائے جو میرے عیوب سے مجھے مطلع کرتا ہے۔

۸- لوگوں کے ساتھ نیک خُلق آدھی عقل ہے حُسنِ سوال نصف علم ہے اور حُسنِ تدبیر نصف معیشت ہے۔

۹- طالبِ دُنیا کو علم پڑھانا راہزن کے ہاتھ تلوار فروخت کرنا ہے۔

۱۰- کسی کے خُلق پر اعتماد نہ کرتا وقتیکہ غصہ کے وقت اُسے نہ دیکھ لیوے۔

۱۱- کسی کی دینداری پر اعتماد نہ کرتا وقتیکہ طمع کے وقت اُسے نہ آزما لیوے۔

۱۲- جو عیب سے واقف کرے وہ دوست ہے اور مُنہ پر تعریف کرنا گویا ذبح کرنا ہے۔

۱۳- نیکی کے عوض نیکی حق ادائیگی ہے اور بدی کے عوض نیکی احسان ہے۔

۱۴- کم بولنا حکمت ہے، کم کھانا صحت، کم سونا عبادت اور عوام سے کم ملنا عافیت ہے۔

۱۵- ظالموں کو معاف کرنا مظلوموں پر ظلم ہے۔

اقوال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

۱- مت رکھ اُمید کسی سے مگر اپنے رب سے اور مت ڈر کسی سے مگر اپنے گناہ سے۔

۲- اپنا بوجھ خلقت میں سے کسی پر نہ رکھ خواہ کم ہو یا زیادہ۔

۳- دُنیا وہ ہر کام ہے جس سے آخرت مقصود نہ ہو۔

۴- خاموشی غصہ کا بہترین علاج ہے۔

۵- دوسروں کا بوجھ اُٹھانا عابدوں کی عزت کا تتمہ ہے۔

۶- زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے بہت زیادہ خطرناک ہے۔

۷- اگر تو گناہ پر آمادہ ہے تو کوئی ایسا مقام تلاش کر جہاں خدا نہ ہو۔

۸- بہتر ہے کہ دُنیا تجھ کو گنہگار جانے بہ نسبت اس کے کہ تُو خدا کے نزدیک ریاکار ہو۔

۹- ظالموں اور اُن کے متعلقین سے معاملہ مت کر۔

۱۰- اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے۔

۱۱- جانور اپنے مالک کو پہچانتا ہے لیکن انسان اپنے خدا

کو نہیں پہچانتا۔

۱۲۔ بڑا خطاوار لوگوں میں وہ ہے جس کو لوگوں کی برائیاں ذکر کرنے کی فراغت ملی ہے۔

۱۳۔ جب زبان اصلاح پذیر ہو جاتی ہے تو قلب بھی صالح ہو جاتا ہے۔

۱۴۔ اگر میں رات کو سو جاؤں اور صبح کو نادم اُٹھوں تو یہ مجھ کو زیادہ پیارا ہے اس سے کہ تمام شب بیدار رہوں اور صبح کو مغرور اُٹھوں۔

۱۵۔ گناہ کسی نہ کسی صورت سے دل کو بیقرار رکھتا ہے۔

اقوال حضرت علی رضی اللہ عنہ

۱۔ خندہ روئی سے پیش آنا سب سے پہلی نیکی ہے۔

۲۔ موت ایک بے خبر ساتھی ہے۔

۳۔ عادت پر غالب آنا کمال فضیلت ہے۔

۴۔ عقلمند اپنے آپ کو پست کر کے بلندی حاصل کرتا ہے اور نادان اپنے آپ کو بڑھا کر ذلت اُٹھاتا ہے۔

۵۔ گناہوں پر نادم ہونا اُن کو مٹا دیتا ہے اور نیکیوں پر مغرور ہونا اُن کو برباد کر دیتا ہے۔

۶۔ خواہش پرستی ہلاک کرنے والا ساتھی اور بُری عادت ایک زور آور دشمن ہے۔

۷۔ عقلمند ہمیشہ غم و فکر میں مبتلا رہتا ہے۔ جبکہ ادی میں عشق بازی یاد آجاتی ہے۔

۸۔ سخاوت کے ساتھ احسان رکھنا نہایت کمینگی ہے۔

۹۔ آدمی کی قابلیت زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

۱۰۔ معافی نہایت اچھا انتقام ہے۔

۱۱۔ ہوشیاری اسی کا نام ہے کہ انسان اپنے تجربہ کو محفوظ رکھے اور اسی کے مطابق کام کرے۔

۱۲۔ سچائی میں اگرچہ خوف ہے مگر باعث نجات ہے۔ اور جھوٹ میں گو اطمینان ہو مگر موجب ہلاکت ہے۔

۱۳۔ لوگوں کے پاس عاجزی کرنے سے اُن سے ناامید رہنا اچھا ہے۔

۱۴۔ کشادہ روئی ایک ایسی نیکی ہے جو بغیر کسی مشقت و تکلیف کے حاصل ہوتی ہے۔

۱۵۔ اقرارِ جرم مجرم کے لئے بہت اچھا سفارشی ہے۔

(مخزنِ اخلاق)

اقوال حضرت مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

۱۔ جہاں بدکاریاں کثرت سے ہوں وہاں غضب الٰہی نازل ہوتا ہے اور جہاں عظمت اور ذکر الٰہی ہو وہاں فیضان الٰہی کثرت سے نازل ہوتا ہے۔ (خطباتِ نور ص۲)

۲۔ کوئی نیکی نیکی نہیں ہو سکتی جب تک اخلاص اور صواب اس کے ساتھ نہ ہو۔ (" ص۶)

۳۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ خلفائے ربانی کا انتخاب انسانی دانشوں کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ (" ص۸)

۴۔ یاد رکھو کہ مامور من اللہ کی ترقی بھی تدریجی ہوتی ہے اس لئے ایک دم میں اس کی نشوونما ترقی کو معیار نہ ٹھہراؤ کہ یہ غلط راہ ہے اور حق سے دُور پھینک دینے والی ہے۔ (" ص۹)

۵۔ انسان کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اس راہ اور سبب کو اختیار نہیں کرتا جو اس کے حصول کے

واسطے مقرر ہے۔ (خطبات نور ص۱۱)

۶۔ مامور من اللہ کا وجود ایک حجۃ اللہ ہوتا ہے اُس کی جماعت بڑھتی جاتی ہے اور اُس کے مخالف دن بدن کم ہوتے جاتے ہیں۔ (" ص۱۹)

۷۔ زبان اندر ہی اندر انسان کے رُوحانی اور اخلاقی قویٰ پر ایک زبردست اثر کرتی ہے۔ (" ص۲۵)

۸۔ جو شخص خلافت کے لئے منتخب ہوتا ہے اس سے بڑھ کر دوسرا اس منصب کا سزاوار اس وقت ہرگز نہیں ہوتا۔ (" ص۲۹)

۹۔ خدا تعالیٰ سے بہت وعدہ کرکے خلاف کرنیوالا منافق ہوتا ہے۔ (" ص۳۲)

۱۰۔ اولاد کے لئے ایسی تربیت کی کوشش کی۔ کہ اُن میں باہم اخوت، اتحاد، جرأت، شجاعت، خودداری، شریفانہ آزادی پیدا ہو۔ ایک طرف انسان بناؤ دوسری طرف مسلمان۔ (" ص۳۳)

۱۱ صفاتِ الٰہی پر غور کرو اور وہی صفات اپنے اندر پیدا کرو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ قربِ الٰہی کی قربت ہوتی جائے گی۔ (" ص۸۲)

۱۲۔ ایسے لوگوں کو قربِ الٰہی کیونکر حاصل ہو جو اپنے اندر پاکیزگی اور طہارت پیدا نہیں کرتے۔ (" ص۸۲)

۱۳۔ ہر نیکی کی تحریک پر جو ملائکہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے کبھی کسل و کاہلی سے کام نہ لے۔ (" ص۸۳)

۱۴۔ ہر بد تحریک پر فی الفور استغفار کرے، لاحول پڑھے، درود شریف پڑھے اور سورۃ فاتحہ پڑھے اور دُعائیں مانگے۔ (" ص۸۴)

۱۵۔ ایک آدمی کبھی پسند نہیں کرتا کہ دوسرے کے سامنے ذلیل و خوار ہو۔ (" ص۸۴)

اقوال حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

۱۔ مظلوم بننا ظالم بننے سے بدرجہا بہتر ہے اور نہ صرف دُنیا میں نیک بناتا بلکہ آخرت میں بھی عزت بخشتا ہے۔ (الفضل ۲۰ نبوت ۱۳۲۰ہش)

۲۔ خدا کا سچا ہی تو وہ ہے جو کسی حالت میں بھی صداقت کو نہ چھوڑے۔ (")

۳۔ وہ خالی ذکر جس کے ساتھ عمل نہ ہو انسان کے لئے عذاب کا موجب ہوجاتا ہے۔ اصل ذکر اللہ یہی ہے کہ انسان مُنہ کے ساتھ عملاً بھی ذکر الٰہی کرے اور دین کی ترقی کے لئے وہ قربانیاں کرے جن کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا ذکر بلند ہو۔ (الفضل جلد ۲۹ ۲۷-۸)

۴۔ جو بندہ خدا تعالیٰ کے کاموں کو اپنا لیتا ہے وہ گویا خدا تعالیٰ کا ولی بن جاتا ہے اور اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ اس کے کاموں کو اپنا لیتا ہے اور اسکے کاموں کا ولی بن جاتا ہے۔ (" جلد ۲۹ ۱۸-۱)

۵۔ یہ بھی بہت برکت کا موجب ہوتا ہے کہ آدمی کا چہرہ بشاش ہو۔ ایسا بشاش چہرہ انسان کے اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی خوشی کا موجب ہوتا ہے۔ خشک چہرہ والا اپنے آپ کو بھی جلاتا ہی اور دوسروں کو بھی جلاتا ہے۔ (" " ")

۶۔ جب تک کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکی

خشیت پیدا نہیں ہوتی ہم کس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ وہ سچا احمدی ہے۔ (الفضل جلد ۳۰ ص۱۷۱)

۷- مومن کو بھی ہر وقت اپنے اعمال پر نگاہ رکھنی پڑتی ہے۔ اور اگر وہ ایک لمحہ کے لئے بھی غافل ہو جائے تو گر جاتا ہے اور اعمال کی اصلاح میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ (" ۱۲ جون ۳۶ء)

۸- اصل غیرت یہی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرے خواہ اپنے نفس کے جوشوں کو کتنا ہی کیوں نہ مارنا پڑے۔ (" یکم جولائی ۳۶ء)

۹- ہمارا معیارِ فضیلت اخلاق ہے۔ (" ۱۰ اکتوبر ۳۵ء)

۱۰- ایک قربانی کرنے والا غریب یقیناً ظالم بادشاہ سے ہزار گنا اعلیٰ ہے۔ (" " ")

۱۱- خدا تعالیٰ کی جنت میں وہی داخل ہو سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کے مشابہ ہو جائے۔ (الفضل ۱۸ اکتوبر ۳۵ء)

۱۲- ہمارا رویہ ایسا ہونا چاہیئے کہ کسی حالت میں بھی ہم پر کوئی نکتہ چینی نہ کر سکے۔ ہمیں اپنے تمام اعمال میں پاکیزگی دکھانی چاہیئے۔ (" " ")

۱۳- علم کی زیادتی کے ساتھ قوتِ ارادی بڑھ جاتی ہے (الفضل ۱۰ جولائی ۳۶ء)

۱۴- انسان کے دل میں اگر پختہ ایمان ہو اور اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق ہو تو اس کے سارے کام آپ ہی آپ ہو جاتے ہیں اور کوئی مشکل ایسی نہیں ہوتی جو آسان نہ ہو جائے۔ (" " ")

۱۵- خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ خلفاء جن امور کا فیصلہ کیا کرتے ہیں ہم ان امور کو دنیا میں قائم کر کے رہتے ہیں۔ (الفضل ۱۰ جولائی ۳۶ء)

زوالِ خلافت تمام برکات سے محرومی ہے!

(حضرت حنظلۃ الکاتب کے تین شعر)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جب بعض شوریدہ سر عناصر خلافت کے خلاف بغاوت کی تو حضرت حنظلۃ الکاتب نے اس کا انجام بایں الفاظ ذکر فرمایا:-

عَجِبْتُ لِمَا يَخُوضُ النَّاسُ فِيهِ + يَرُومُونَ الْخِلَافَةَ أَنْ تَزُولَ

مجھے تعجب ہے کہ لوگ کن باتوں میں الجھ رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ خلافت زائل ہو جائے

وَلَوْ زَالَتْ لَزَالَ الْخَيْرُ عَنْهُمْ + وَلَاقَوْا بَعْدَهَا ذُلًّا ذَلِيلًا

اگر خلافت زائل ہوگئی تو یہ لوگ ہر قسم کی برکت سے محروم ہو جائیں گے اور بعد ازاں انتہائی طور پر ذلیل ہو جائیں گے

وَكَانُوا كَالْيَهُودِ أَوِ النَّصَارَىٰ + سَوَاءً كُلُّهُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَا

پھر وہ یہود و نصاریٰ کی طرح ہو جائیں گے اور راہِ حق سے بھٹکنے میں سب برابر ہوں گے

(تاریخ ابن اثیر جلد ۳ ص۷۳)

قرآن مجید کا پیدا کردہ عظیم الشّان انقلاب

نتیجۂ فکر عزیز مکرّم راجہ نذیر احمد صاحب ظفر متعلّم جامعہ احمدیہ

اگر قرآن مجید نازل نہ ہوتا تو دُنیا کا نقشہ کیا ہوتا؟

نہ جہاں میں نُورِ قرآں اگر آشکار ہوتا
ہر ذرّہ اِس جہاں کا تاریک و تار ہوتا
خود نُورِ نُورِ عالم پنہاں نظر سے رہتا
کوئی دیکھتا نہ اُس کو نہ کوئی نثار ہوتا
کوئی عشق میں بتوں کے کوئی حرصِ مال و جاہ میں
درِ بُتکدہ پہ روتا اور دلفگار ہوتا
کوئی چور اور اُچکا کوئی کارواں کا رہزن
کوئی فاسق و شرابی کوئی بدقمار ہوتا
سب بھیڑیوں سے بڑھ کر ظالم جہاں میں ہوتے
دُنیا میں خوں خرابہ لیل و نہار ہوتا
دُنیا کو ایک ملّت قرآں نہ گر بناتا
انسانیت کا دامن پھر تار تار ہوتا
نہ شرافت و مروّت باقی جہاں میں ہوتی
نہ تلطّف و ترحّم نہ کہیں پیار ہوتا

قرآن مجید کے نازل ہوتے ہی دُنیا کا نقشہ کیسے بدل گیا؟

قرآں کا نُور آیا جب آشکار ہو کر
روشن ہوا یہ عالم تاریک و تار ہو کر
خود نُورِ نورِ عالم اِک شمع بن کے آیا
پروانہ وار آئے بندے نثار ہو کر
حُسنِ ازل کی اُلفت میں بے قرار ہو کر
روتے ہیں اس کے در پر سب دلفگار ہو کر
دُنیا میں اب نہیں ہیں وہ چور اور اُچکّے
عادل جہاں کے ٹھہرے وہ بدقمار ہو کر
پیغام آشتی کا اہلِ جہاں کو پہنچا
دُنیا میں خوں خرابہ لیل و نہار ہو کر
قرآن کی بدولت کیسا رفو ہوا ہے
انسانیت کا دامن پھر تار تار ہو کر
اُلفت کی لَے ہے گونجی دُنیا میں اِس طرح سے
جَور و جفا بھی بدلے گویا پیار ہو کر

یہ سلامتی کی باتیں کیونکر جہاں میں ہوتیں
خود عرصۂ حرم بھی اک کارزار ہوتا
نہ دو اجنبی ہی باہم اُلفت کی بات کرتے
نہ سلام ہی کا چرچا سرِ راہگذار ہوتا
تفریق میں قبائل تقسیم میں ممالک
رہتے ہمیشہ باہم دل میں غبار ہوتا
پابندِ قیدِ شرعی قرآں نہ گر بناتا
حرص و ہوا کا ہر دم انساں شکار ہوتا
یہ حِلت اور حرمت ہوتی اگر نہ واضح
مُردار خوار کوئی سُود خوار ہوتا
جو کوئی خدا کا بندہ پرہیز اس سے کرتا
بے عقل اُس کو کہتے مجنوں شمار ہوتا
قرآں کی ہدایت دُنیا میں گر نہ ہوتی
بے دین فلسفے پر دار و مدار ہوتا
ویدوں سے کچھ گھٹانا انجیل میں بڑھانا
توریت میں تغیّر یہ کاروبار ہوتا
پہلی کوئی ہدایت موجود بھی تھی جس سے
دیدارِ یار ہوتا دل کو قرار ہوتا

دارالسلام ٹھہری ساری زمیں خدا کی
گویا کہ اب حرم ہے اک کارزار ہوکر
اب اجنبی بھی باہم ملتے ہیں اس طرح سے
گویا کہ آشنا ہیں سرِ راہگذار ہوکر
تفریقِ قوم و مِلت یوں مٹ گئی ہے گویا
اب مل گئے ہیں سارے باہم غبار ہوکر
حُسنِ ازل کی زُلفوں میں ہو گیا مقید
ہے خوش نصیب انساں ادنیٰ شکار ہوکر
جو ہو حلال و طیب کھاتے ہیں اب وہی شئے
انسان بن چکے ہیں مُردار خوار ہوکر
اب متقی خدا کے دُنیا میں ہیں مکرّم
اب آ کے ٹھیرے دانا مجنوں شمار ہوکر
بے دین فلسفہ اب یکسر ہی مٹ چکا ہے
قرآن پر ہی سارا دار و مدار ہوکر
دُنیا کی سب کتابیں کوئی اگر جلا دے
جو مٹ سکے نہ پھر بھی یہ کاروبار ہوکر
قرآں ہے وہ ہدایت ہے چشم جس سے روشن
دیدارِ یار ہوکر دل کو قرار ہوکر

نہ ثبوت تھا خدا کا نہ صداقتِ رُسل کا
اُلفت خدا سے کیسی سب کو نقار ہوتا

توحید کا یہ شربت پیتے کہاں سے آخر
ہر وقت شرک ہی کا سر میں خمار ہوتا

پاتے رہائی کیونکر وہ زر خرید بندے
آقا کا جن کے دم سے سب کاروبار ہوتا

شاہ و گدا میں باہم کوئی نہ ربط ہوتا
ہم پہلوئے گدا گر کیوں تاجدار ہوتا

عورت غریب لونڈی بن کر ہمیشہ رہتی
نہ مقام اسکا کوئی نہ کوئی وقار ہوتا

مدفون زندہ ہوتیں وہ دخترانِ بیکس!
ظالم پدر نہ جن پر کبھی اشکبار ہوتا

رُوحانیت کا غنچہ ہرگز کبھی نہ کھلتا
نہ جو باغ میں فراواں ابرِ بہار ہوتا

نہ کوئی کلی چٹکتی نہ ہزار ہی چہکتی
دُنیا کا یہ گلستاں اک خارزار ہوتا

موسم خزاں کا ہر دم اس پر محیط رہتا
یہ نخلِ آدمیت بے برگ و بار ہوتا

اس سے خدا کو جانا اور انبیاء کو مانا
اُلفت ہوئی خدا سے بُت سے نقار ہو کر

توحید کے نشے میں نا آشنائے غم ہیں
دُنیا کی ہوش کیسی سر میں خمار ہو کر

دُنیا بدل گئی ہے رسمیں بدل گئی ہیں
پَل بھر میں گویا سارا یہ کاروبار ہو کر

کس سادگی سے دیکھو ہم پہلوئے گدا ہیں
خود سرورِ دو عالمؐ اِک تاجدار ہو کر

اب کر چکی ہے حاصل عورت مقام اپنا
رہتی ہے اپنے گھر میں کیا با وقار ہو کر

لختِ جگر پدر کی ٹھہری ہے اُس کی دُختر
رخصت ہے اس کو کرتا اب اشکبار ہو کر

سایہ فگن ہے رحمت گلشن پہ اس جہاں کے
ہر باغ پر ہے چھائی ابرِ بہار ہو کر

خنداں کلی کلی ہے بلبل چہک رہی ہے
دُنیا بنی گلستاں اِک خارزار ہو کر

ابرِ بہار چھایا اپنا ثمر ہے لایا
یہ نخلِ آدمیت بے برگ و بار ہو کر

ضرورتِ خلافت!

اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کو کوئی معزول نہیں کر سکتا

(از جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس فاضل)

ضرورتِ خلافت کا عقلاً انکار کیا جا سکتا ہے نہ نقلاً۔ ظاہر ہے کہ انبیاء خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص مقصد کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اور وہ مقصد کامل طور پر اُن کی زندگی میں حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ وہ جس صداقت کو دُنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں خدا تعالیٰ اُس کی تخم ریزی تو اُن کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل اُن کے ہاتھ سے نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ پودا جو انبیاء کے ذریعہ لگایا جاتا ہے وہ ان کے خلفاء کے ذریعہ بڑھتا اور پھلتا اور پھولتا ہے۔ پس نبی کے مشن کی تکمیل اور اُس کے مقصدِ حقیقی کے کامل طور پر حصول کے لئے خلافت کا سلسلہ عقلاً تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

ازمنۂ گذشتہ اور قرونِ ماضیہ کی تاریخ سے ظاہر ہے کہ کوئی قوم بغیر کسی امام یا لیڈر کے حقیقی طور پر ترقی نہیں کر سکتی اور نہ ہی کسی قوم کا بغیر واجب الاطاعت امیر یا امام کے شیرازۂ وحدت قائم رہ سکتا ہے۔ عرب کے رہنے والے جب مطلق العنان تھے تو ان کا کام سوائے خانہ جنگی اور لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت اور ڈاکہ و راہزنی کے کچھ نہ تھا۔ وہ قبائل میں منقسم تھے اور ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار تھے لیکن خدا تعالیٰ کے ایک نبی نے اِن سب مختلف قبائل کو بسلکِ وحدت میں منسلک کر دیا۔ اور ایک جھنڈے کے نیچے جمع کر دیا۔ پھر اس ملک اور اس قوم نے ایسی جلد جلد ترقی کی جس کی نظیر دُنیا میں موجود نہیں۔ عربوں کو یہ عدیم النظیر ترقی نبوت کے بعد سلسلۂ خلافت کی برکت سے حاصل ہوئی۔

ضرورتِ خلافت نقلاً بھی ثابت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"ما کانت النبوۃ قط الا تبعتھا خلافۃ"

یعنی کبھی کوئی نبی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا مگر اس کے بعد خلافت کا سلسلہ جاری ہؤا جس کے ذریعہ اس کی بعثت کے مقصد کی تکمیل ہوئی۔

کیا نبی کے خلیفہ کو معزول کیا جا سکتا ہے؟

مغربی اقوام کی جمہوری طرزِ حکومت اور اُن کے فلسفہ سے متاثر ہو کر بعض مسلمان یہ خیال کرتے ہیں کہ نبی کے خلیفہ کو بھی معزول کیا جا سکتا ہے۔ اور اِسی خیال کا اعادہ اخبار "الرحمت" مؤرخہ یکم اگست ۱۹۵۱ء میں قدوسی صاحب نے بایں الفاظ کیا تھا کہ خلیفہ:۔

"گویا وہ راہنمائے راہِ حق بھی ہوتا ہے اور

خادمِ خلق بھی۔ گویا وہ ایک طرف نیابت الٰہی کے عہدۂ جلیلہ کے باعث تمام افراد کا والی ہوتا ہے تو دوسری طرف افرادِ اُمت کو اُس کے عزل و نصب میں بھی دخل ہوتا ہے۔ وہ مہمات امور میں شوریٰ کا پابند ہے۔"

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ خلیفہ ایک طرف تو نائبِ خدا ہو اور دوسری طرف چند اشخاص اُٹھیں اور کہیں کہ ہم اسے معزول کرتے ہیں۔

خلیفہ حسبِ آیت وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ مجلس شوریٰ سے مشورہ تو لیتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ اُن کے مشورہ کو غلط سمجھتے ہوئے بھی اس کے مطابق عمل کرے۔ بلکہ خلیفہ بوجہ راہنمائے حق اور نیابتِ الٰہی کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہونیکے اُن کے مشورہ کو رد بھی کر سکتا ہے۔ تاریخ اسلام میں اسکی کئی مثالیں موجود ہیں کہ خلیفۂ وقت نے مشورہ کے خلاف اپنی رائے پر عمل کیا۔ صحابہؓ کی یہ متفقہ رائے تھی کہ اُسامہ کے لشکر کی مُلکِ شام کو روانگی روک دی جائے لیکن حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ نے سب کی رائے کے خلاف لشکر کو روانہ کر دیا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے مشورہ دیا کہ منکرینِ زکوٰۃ سے جنگ نہ کی جائے لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اگر وہ زکوٰۃ کا کوئی حصہ بھی جو وہ دیا کرتے تھے روکینگے تو میں اُن سے جنگ کروں گا۔

اِس باطل عقیدہ کے ثبوت میں جو واقعات قدوسی صاحب نے اِس مضمون میں بیان کئے ہیں اُن میں سے ایک واقعہ بھی تو ایسا نہیں جس سے یہ بات ثابت ہو سکے کہ افرادِ اُمت کو خلیفہ کے معزول کرنے کا شرعاً حق حاصل ہے۔

قدوسی صاحب لکھتے ہیں:۔

"شریعت نے اُمت کو پوری پوری آزادی عطا کی ہے کہ وہ اپنی رائے دے سکے اور خلیفہ کو منتخب و معزول کر سکے۔ اور انصاف کے حلقے سے باہر کسی حاکم کو ایک قدم بھی رکھنے نہ دے۔ اس تعلیم کی برکت اور کرشمہ تھا کہ حضرت عمر ایسے جلیل القدر خلیفہ اسلام کے روبرو ایک معمولی حیثیت کے مسلمان کو بھی یہ کہنے کی جرأت ہوتی تھی کہ

"اگر آپ ذرا راہِ حق سے پھرے تو ہم آپ کو پرنہ کے تکلے کی طرح سیدھا کر دیں گے۔"

قدوسی کا بیان کردہ یہ واقعہ اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ایک مجلس میں کسی کا یہ اعتراض کرنا کہ آپ نے اپنی قمیص کیسے بنالی ہے؟ اور حضرت عمرؓ کا اپنے بیٹے عبداللہ کو جواب دینے کے لئے ارشاد فرمانا، یہ سب باتیں ایسی ہیں جن سے حضرت عمرؓ کی فراخ حوصلگی تو ظاہر ہوتی ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ اعتراض کرنے والے تہذیب کے اعلیٰ مقام پر فائز نہیں تھے۔ کیونکہ ایسے اعتراضات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرؓ پر نہ کئے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ کبار صحابہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نہ کئے۔ کیوں؟ کیا یہ حریت اور آزادی صرف غیر معروف بدوی اور عام

کے لئے ہی رہ گئی تھی۔

ایسے واقعات کو قابلِ تعریف آزادی پر محمول کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص اس بدوی کے فعل کو حُریت و مساوات پر محمول کرتے ہوئے اسلامی تعلیم کی فضیلت کا پرچار کرے۔ جس کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:۔

"ایک مرتبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا۔ آپؐ اس وقت ایک موٹے کنارے کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک بدوی نے چادر کا کنارا پکڑ کر اس زور سے جھٹکا دیا کہ چادر کے کنارے کی رگڑ سے آپؐ کے شانے اور گردن پر نشان پڑ گیا۔ آپؐ اس طرف متوجّہ ہوئے تو اس نے کہا۔ اے محمدؐ! (صلعم) اللہ کے اس مال میں سے جو تیرے پاس ہے میرے دونوں اونٹوں پر بھی کچھ لاد دے کیونکہ اسمیں سے جو کچھ تو مجھے دیگا وہ تیرا یا تیرے باپ کا مال نہیں ہے۔"

پھر اسی طرح ایک اور آزاد طبیعت انسان نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کر دیا تھا کہ آپ نے جو غنیمت کے مال کی تقسیم کی ہے اس میں رضائے الٰہی کو مدّنظر نہیں رکھا گیا یعنی صحیح تقسیم نہیں کی گئی۔ مگر معلوم ہے کہ اُس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا فرمایا تھا۔ آپؓ نے حضورؐ سے اجازت چاہی تھی کہ مَیں تلوار سے اس منافق کی گردن اُڑا دوں۔

پس جو ایسے واقعات عزلِ خلیفہ کے جواز میں پیش کئے گئے ہیں اُن سے معترضین کا بے ادب ہونا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وسیع حوصلہ اور کمال حلیم ہونا تو ظاہر ہوتا ہے لیکن ان واقعات سے عزلِ خلیفہ کے جواز پر دلیل پکڑنا پرلے درجہ کی جہالت اور حماقت ہے۔

غلطی کا اقرار اور اُس کی درستگی اور لوگوں سے یہ مطالبہ کہ اگر وہ غلطی کرتے دیکھیں تو اُنہیں یاد دلادیں صرف خلفاء تک ہی محدود نہیں بلکہ انبیاء بھی یہی کہتے رہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"انما انا بشر انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی"

کہ مَیں تو ایک بشر ہوں مَیں بھی تمہاری طرح بھول جاتا ہوں۔ جب مَیں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کی بیعت لینے کا حکم فرمایا تو اس میں ولا یعصینک فی معروفٍ فرمایا۔ یعنی عورتوں سے اِن الفاظ میں بیعت لیں کہ وہ نیکی کے کاموں میں آپؐ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ نے بھی مسندِ خلافت پر متمکن ہونے پر ایک خطبہ میں فرمایا:۔

"فان احسنتُ فاعینونی وان اسأتُ فقوّمونی۔" (تاریخ کامل)

یعنی اگر مَیں نیکی کی بات کروں تو اس میں میری اعانت کریں اور اگر غلطی کرنے لگوں تو میری غلطی پر مجھے مطلع کر کے مجھے صواب پر کر دیں۔

عزلِ خلفاء کے عقیدہ کا باطل ہونا

یہ خیال کہ کسی نبی کے خلیفہ کو معزول کیا جاسکتا ہے

مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر باطل ہے:-

(۱) اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ خود خلیفے بنائے گا اور اُن کی ہر طرح تائید فرمائے گا اور اُن کے ذریعے دین کو تمکنت اور قوّت دے گا اور خوف کو امن سے بدل دیگا۔ یعنی ان کے ذریعے سلسلہ ترقی کریگا۔ اور جو کام نبی نے شروع کیا اُن کے ذریعے اُس کی تکمیل ہوگی۔

سلف صالحین نے خلافتِ راشدہ کو آیت استخلاف کا مصداق قرار دیا ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:-

"ھٰذہ الآیۃ منطبقۃ علیٰ خلافۃ الصدّیق"

کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر یہ آیت پورے طور پر منطبق ہوتی ہے۔

اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں عبدالرحمٰن بن عبدالحمید المہدی سے یہ روایت کی ہے:-

"انّ ولایۃ ابی بکر و عمر فی کتاب اللہ یقول اللہ تعالیٰ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ۔ الآیہ"

یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کا ذکر قرآن مجید کی اِس آیت میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالح کئے کہ اللہ تعالیٰ زمین میں انہیں ضرور خلیفے بنائے گا۔"

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:-

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر) "جب بہت سے بادیہ نشین مرتد ہوگئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہوگئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا۔

"وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا۔" (الوصیت)

پس جن خلفاء کو اللہ تعالیٰ خلیفہ بناتا ہے گو وہ بالواسطہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ انتخاب کرنے والوں کے انتخاب کو اپنا انتخاب قرار دیتا ہے۔ اور پھر خود ان خلفاء کی ہر رنگ میں تائید کرتا ہے تو ان کے عزل کا سوال ہی کس طرح پیدا ہوسکتا ہے۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی مضمون کو اپنے خط میں جو آپؓ نے حضرت معاویہ کو لکھا ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔ آپؓ نے لکھا:-

"انّہ بایعنی القوم الّذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علیٰ ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یردّ وانّما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل وسمّوہ اماماً کان ذٰلک للہ

رضیً فان خرج عن امرھم خارج بطعنٍ
او بدعۃٍ ردّوہ الی ماخرج منہ فان
ابیٰ قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل
المؤمنین وولّاہ ما تولیٰ۔" (نہج البلاغۃ)

اس خط میں آپؓ نے حضرت معاویہ کو اپنے خلیفہ برحق ہونیکی یہ دلیل دی ہے کہ میری بیعت اُن لوگوں نے کی جنہوں نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی تھی۔ اور اب اس کے بعد ان لوگوں کو جو بیعت کے وقت غائب تھے۔ اس فیصلہ کو جو ان لوگوں نے کیا رد کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ شوریٰ کا حق مہاجرین اور انصار کے لئے ہے۔ اگر وہ کسی شخص کے امام یا خلیفہ ہونے پر اتفاق کرلیں اور اُسے امام قرار دیدیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی منشاء ہوتی ہے اور خدا تعالےٰ کی اسی میں رضا ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی شخص انکے فیصلہ کو نہ مانے اور طعن یا بدعت کی وجہ سے خروج کرے تو اُسے اس فیصلہ کے منوانے کی کوشش کی جائے اور اگر وہ اس امام کی اطاعت سے انکار پر مصر ہو تو اس کا مقابلہ کیا جائے اسلئے کہ اس نے مومنوں کے راستہ کی اتباع سے انحراف کیا ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خط سے ظاہر ہے کہ جب ایک دفعہ خلیفہ کو اہلِ مشورہ یا اربابِ حلّ وعقد منتخب کرلیں تو اس کے بعد سب پر اس کی اطاعت کرنا فرض ہوجاتا ہے اور اسکے خلاف خروج کرنیوالا باغی کہلاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:۔ "اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر منھما" کہ اگر ایک خلیفہ منتخب ہوچکا ہے اور اسکی بیعت کرلی گئی ہے تو اسکے بعد اگر کوئی جماعت اُسے معزول کرے یا اسکی بیعت نہ کرے اور دوسرا خلیفہ کھڑا کرکے اسکی بیعت کرلے تو دوسرے کی بات پر کان نہ دھرو اور اُسے مقتول کے حکم میں خیال کرو۔ اور اگر پہلا خلیفہ حاکم ہو تو دوسرے کا مقابلہ کرکے اُسے قتل بھی کروا سکتا ہے۔ پس جب اصل خلیفہ کی اطاعت فرض ہوئی تو اُس کے عزل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۳) خلیفہ نبی کا قائم مقام ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر نبوت کے بعد خلافت ہوتی ہے اور تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی کو منصبِ نبوت عطا کرتا ہی تو پھر اُسے اس منصب سے کبھی معزول نہیں کرتا۔ پس جیسے نبی کا عزل نہیں ہوتا اُسی طرح جو نبی کا خلیفہ ہوتا ہے وہ بھی معزول نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ انتخاب کرنیوالوں کو اسکے معزول کرنیکا حق ہوتا ہے۔ یا بالفاظِ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایسے خلیفہ کا انتخاب کرنیوالے کبھی اسکے معزول کرنے پر متفق نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ انبیاء کے خلفاء میں ایسی کوئی مثال نہیں ہے جس کے انتخاب کرنے والوں نے اُس کی برطرفی پر اتفاق کیا ہو۔

(۴) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ بعض لوگ انہیں خلافت سے معزول کرنے کی کوشش کرینگے لیکن اُن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پہلے ہی خبر دیدی کہ ایسا مطالبہ کرنیوالے منافق ہونگے۔ ترمذی اور حاکم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:۔

"لعل اللہ یقمصک قمیصاً فان ارادک المنافقون

علی خلعہ فلا تخلعہ حتّٰی تلقانی "

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا۔ اگر منافق اُسے تجھ سے اُتارنے کی کوشش کریں تو اُسے نہ اُتارنا یہاں تک کہ آپ مجھ سے ملیں یعنی موت کو اُس کے اُتارنے پر ترجیح دینا "

اِس حدیث میں خلافت سے معزول ہونے کا مطالبہ کرنیوالوں کو منافق قرار دیا گیا ہے۔ اور اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے معزول ہونے کا مطالبہ کرنیوالے مہاجرین و انصار کے وہ کبار صحابہ نہیں تھے جنہوں نے آپؓ کو منتخب کیا تھا۔ میرے نزدیک ایک نبی کے خلیفہ کو منتخب کرنیوالوں کا اسکے عزل پر اجماع ہو ہی نہیں سکتا۔

(۵) اسی طرح حضرت علیؓ کے وقت جن لوگوں نے آپؓ کی بیعت سے انکار کیا اور سرکشی اختیار کی اور اپنا علیحدہ مرکز بنا کر آپؓ کے آدمیوں کو قتل کرنا شروع کیا اُن سے حضرت علیؓ نے جنگ کی اور اُنہیں منتشر کر دیا۔ اور جن لوگوں نے آپ سے آپ کے زمانۂ خلافت میں مقابلہ کیا اور سرتابی اختیار کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُنکے متعلق اپنی کتاب سرّ الخلافہ میں لکھا ہے کہ وہ باغی اور طاغی تھے۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء کے متعلق فرمایا ہے:۔

"علیکم بسنّتی وسنّۃ الخلفاء الراشدین المھدیّین"

یعنی تم پر میری سُنّت اور خلفاء راشدین کی سُنّت کو اختیار کرنا لازمی ہے "

اِس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفاء کو ہدایت یافتہ قرار دیا ہے اور اُن کے طریقہ اور سُنّت کو اختیار کرنا واجب قرار دیا ہے پس اگر خلفاء کا عزل ممکن ہوتا تو اُن کی سُنّت کی اتباع کرنا کیوں لازمی قرار دیا جاتا۔

(۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نبوّت کے بعد اُمتِ محمدیہ میں خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ ہوگی اور پھر ملوکیت کا دور آئیگا! اور فرمایا کہ آخر میں پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہوگی۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں بھی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہوگی۔ حضرت اقدسؑ اپنی کتاب الوصیّت میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے:۔

(۱) "اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس جو آخر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا ...... میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا ہوں اور خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کے مظہر ہوں گے "

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اِس تحریر سے ظاہر ہے کہ جیسے نبی خدا تعالیٰ کی ایک قدرت ہوتا ہے ویسے ہی اسکے بعد اسکے خلفاء بھی خدا تعالیٰ کی ایک قدرت ہوتے ہیں جنہیں خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے ظاہر کرتا ہے۔ پس جیسے قدرتِ اولیٰ یعنی نبوّت کے مظاہر کبھی معزول نہیں ہو سکتے ویسے ہی قدرتِ ثانیہ یعنی خلافت کے مظاہر بھی معزول نہیں کئے جا سکتے +

کیا گیا (یہ خلفاء سے ایک سلوک ہے) اور خوف[۲] کے بعد امن سے اُن کی حالت بدل دے گا۔ وہ میری[۳] عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ (آگے فرماتا ہے کہ یہ تمہارے لئے اتنا بڑا انعام ہے کہ) جو اسکی[۴] قدر نہ کرے گا وہ ہمارے دفتر سے کاٹ دیا جائیگا یہ اس قدر سخت وعید ہے کہ پچھلے کسی وعدہ کی ناقدری کے متعلق ایسی وعید نہیں رکھی گئی۔ مندرجہ بالا چاروں باتیں دین سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور تمکینِ دین کے ساتھ امن کا آنا ظاہر کرتا ہے کہ اس سے بھی دینی امن مراد ہے۔ اس میں رُوحانی خلافت اور نظام کا ذکر ہے جیسا کہ اگلی آیت میں بھی دینی امور ہی کے متعلق فرماتا ہے "اور قائم کرو نماز اور دو زکوٰۃ اور اطاعت کرو رسول کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے"۔ یہ مت خیال کرو کہ کفار تم پر غلبہ پالینگے (جب تک خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا) وہ تمہیں مٹا نہیں سکیں گے۔ اور ان کا ٹھکانا آگ ہوگا۔

(نور ع ۷)

اِس آیتِ استخلاف میں اُمتِ محمدیہ کے اس عملی حصہ کا بیان ہے جو اس اُمت کی وحدتِ قومی سے تعلق رکھتا ہے۔ کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی جب تک اس میں وحدت نہ پائی جائے اور وحدت خلافت رُوحانی کے بغیر قائم نہیں ہوسکتی۔ اور خلافت جدروحانی ترقیات کا عظیم الشان ذریعہ ہے۔ خواہ وہ خلافتِ مامورین ہو، خواہ خلافت بمعنی نیابتِ مامورین ہو۔ اِن ہردو کا ذکر اِس آیتِ کریمہ میں ہے۔ خلافت (نیابتِ مامورین) کے انتظام اور نگرانی سے کمزوروں کی بھی حفاظت رسولوں کے بعد ہو جاتی ہے۔ اگر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم روشن سورج تھے تو منتخب شدہ خلفاء ستاروں کی طرح دُنیا کو ہدایت کی چمک دکھاتے رہے ہیں۔ چنانچہ خلافت کی تعریف میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام شہادت القرآن صفحہ[۵] پر فرماتے ہیں:۔

"ہمیشہ قیامت تک تم میں رُوحانی زندگی اور باطنی بینائی رہے گی اور غیر مذہب والے تم سے روشنی حاصل کریں گے۔ اور یہ رُوحانی زندگی اور باطنی بینائی جو غیر مذہب والوں کو حق کی دعوت کرنے کے لئے اپنے اندر لیاقت رکھتی ہے یہی وہ چیز ہے جس کو دوسرے لفظوں میں خلافت کہتے ہیں"

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں جس طرح سلسلۂ خلافت جاری فرمایا تھا اُسی طریق پر اُمتِ محمدیہ میں سلسلۂ خلافت کا وعدہ فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

لا یزال الاسلام عزیزاً الیٰ اثنی عشر خلیفۃ کلّھم من قریش۔ (مشکوٰۃ باب مناقب قریش)

یعنی اسلام بارہ خلیفوں کے ظہور تک غالب رہے گا اور وہ تمام خلیفے قریش میں سے ہونگے"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد

میں سے دو رسول ظاہر کر کے ان کو دو مستقل شریعتیں عطا فرمائی ہیں۔ایک شریعت موسویہ اور دوسری شریعت محمدیہ۔اور ان دونوں سلسلوں میں تیرہ تیرہ خلیفے مقرر کئے ہیں اور درمیانی بارہ خلیفے جو اِن دونوں شریعتوں میں پائے جاتے ہیں۔وہ ہر دو نبی صاحب الشریعت کی قوم میں سے ہیں۔یعنی موسوی خلیفے اسرائیلی ہیں اور محمدی خلیفے قریشی ہیں۔مگر آخری دو خلیفے اِن دونوں سلسلوں کے وہ ان ہر دو نبی صاحب الشریعت کی قوم میں سے نہیں ہیں۔حضرت عیسیٰ اس لئے کہ ان کا کوئی باپ نہیں۔اور اسلام کے مسیح موعود کی نسبت جو آخری خلیفہ ہے خود علمائے اسلام مان چکے ہیں وہ قریش میں سے نہیں ہے"

(تحفہ گولڑویہ صنا)

اِس اقتباس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۲ خلفائے قریش کو تسلیم کیا ہے۔حضورؑ نے حضرت ابوبکرؓ کی مشابہت یوشع بن نونؑ سے دی ہے جیسا کہ حضورؑ فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت ابوبکرؓ کو جو حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پہلے خلیفہ تھے حضرت یوشع بن نونؑ سے جو حضرت موسےٰؑ کی وفات کے بعد ان کے پہلے خلیفہ ہیں اشد مشابہت ہے" (تحفہ گولڑویہ ص۹۹)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے:۔

"وہی کما کا لفظ آیت کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ میں وارد ہے جو اسی قسم کی مغائرت چاہتا ہے جو حضرت موسیٰؑ اور آنحضرتؐ میں ہے۔یاد رہے کہ اسلام کا بارھواں خلیفہ جو تیرھویں صدی پر ہونا چاہیئے وہ یحییٰ نبی کے مقابل پر ہے جس کا ایک پلید قوم کے لئے سر کاٹا گیا (سمجھنے والا سمجھ لے) اسلئے ضروری ہے کہ بارھواں خلیفہ قریشی ہو جیسا کہ حضرت یحییٰ اسرائیلی ہیں۔لیکن اسلام کا تیرھواں خلیفہ جو چودھویں صدی کے سر پر ہونا چاہیئے۔جس کا نام مسیح موعود ہے۔اس کیلئے ضروری تھا کہ وہ قریش میں سے نہ ہو جیسا کہ حضرت عیسےٰؑ اسرائیلی نہیں۔سید احمد صاحب بریلوی سلسلہ محمدیہ کے بارھویں خلیفہ ہیں جو حضرت یحییٰ کے مثیل ہیں اور سید ہیں"

(تحفہ گولڑویہ ص۱۰۲)

اِن بارہ مجددین کے ساتھ ان کے تابع کئی ایک ربانی علماء تھے جو بنی اسرائیل کے ان قومی نبیوں کی طرح تھے جو حضرت موسیٰؑ کے ۱۲ نقیبوں کے ساتھ کئی کئی مختلف قبائل میں ہوا کرتے تھے وہ حدیث نبوی علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل کے مطابق تھے۔پس سلسلہ خلافت موسویہ اور سلسلہ خلافت محمدیہ باہم مماثل ہے مگر شان میں بڑھ کر۔قرآن مجید اور احادیث نبویہ سے اس کی پوری وضاحت ہو رہی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و برکات دائمی ہیں اسلئے آپ کا سلسلۂ خلافت روحانی بھی دائمی ہے ♦

اسلامی خلافت تا قیامت باقی ہے!

خلافت کی اقسام از روئے قرآن مجید

نوشتہ جناب مولانا ابو البشارت عبد الغفور صاحب فاضل لاہور

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ (سورۂ نور رکوع ۷)

مسئلہ خلافت کے متعلق چند ضروری امور!

(۱) نظامِ عالم پر ایک عمیق نگاہ ڈالنے سے صاف طور پر نظر آتا ہے کہ جب تک یہ نظامِ عالم قائم ہے اُسوقت تک سلسلۂ خلافت بھی جاری رہے گا۔کیونکہ نظامِ عالم کا قیام اور سلسلۂ خلافت ہم معنے اور ایک دوسرے کے مترادف الفاظ نظر آتے ہیں۔ جو لوگ سلسلۂ خلافت کے دوام کے منکر ہیں دراصل انہوں نے نظامِ عالم پر کبھی غور ہی نہیں کیا ہوتا۔کیونکہ دُنیا میں ہمیں دو ہی قسم کی مخلوق نظر آتی ہے۔ ایک تو اِس قسم کی مخلوق ہے جو شروع دُنیا سے آخر تک اپنے وجود کے ساتھ مع اپنے اوصاف کے قائم ہے اور قائم رہیگی۔ جیسے سورج، چاند، زمین وغیرہ۔دوسری قسم کی مخلوق ایسی ہے جس کا وجود ہمیشہ قائم نہیں رہتا بلکہ کچھ وقت تک قائم رہ کر مٹ جاتا ہے۔ جیسے ہر قسم کے درخت اور حیوانات وغیرہ۔

(۲) جو چیزیں دُنیا میں اپنے وجود کے ساتھ قائم اور دائم ہیں ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اوّل ایسی چیزیں جن کا وجود ہمیشہ ہمارے سامنے رہتا ہے جیسے زمین۔ دوم ایسی چیزیں ہیں جن کا وجود تو موجود ہوتا ہے مگر کچھ وقت تک ہمارے سامنے رہ کر ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے مثلاً سورج جو ایک وقت تک تو اپنی روشنی سمیت ہمارے سامنے رہ کر ہم کو منوّر رکھتا ہے مگر پھر کچھ وقت کے بعد ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔قسم اوّل کے قائم مقام کا تو ہمارے ذہن میں کبھی خیال بھی پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بذاتِ خود ہمارے سامنے اپنے فوائد کے ساتھ موجود ہے مگر قسم دوم یعنی سورج جیسے وجودوں کے قائم مقام کی ہم شدت سے ضرورت محسوس کرنے لگ جاتے ہیں کیونکہ اس کا وجود کچھ دیر بعد اپنی روشنی سمیت ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور ہم اس کی نورانی اور منوّر کرنے والی کرنوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔سو اللہ تعالےٰ نے سورج کی خلافت کو قائم رکھنے کے لئے چاند کا وجود بنا دیا جو ہم کو سورج کے بعد اپنی روشنی سے فائدہ پہنچانا شروع کر دیتا ہے۔لیکن چاند چونکہ غروب ہو جانے والا اور نسبتاً کم روشنی والا وجود ہے اس لئے اس کے خلفاء کی بھی ہم ضرورت محسوس کرتے ہوئے مختلف ذرائع استعمال کرتے ہیں مثلاً کہیں عام لیمپوں

کہیں گیسوں اور کہیں بجلی سے روشنی حاصل کرنیکے نظام کی تلاش شروع کر دیتے ہیں۔

اس نظام سے یہ بات نمایاں طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کسی نافع چیز کا وجود دائمی اور ہمارے سامنے رہنے والا ہو تو پھر اس کے کسی نائب اور خلیفہ کی ضرورت کی طرف ہماری توجہ اور خیال جاتا ہی نہیں لیکن جب کوئی نافع چیز جس کے فوائد ہمارے لئے ضروری اور لابدی ہوں ہماری نظروں سے غائب ہو جانے والی ہو خواہ اس کی یہ غیوبیت دائمی ہو یا عارضی تو پھر اس کے بعد ایسے وجودوں کا اس کی قائم مقامی میں ہونا از بس ضروری ہو گا جن سے وہ فوائد کسی نہ کسی حد تک حاصل کئے جاسکیں۔ چنانچہ یہی دستور ہمیں دُنیا کی ہر شئے میں جاری اور ساری نظر آتا ہے۔ مثلاً ایک باغبان آم کی گٹھلی کو کیوں محفوظ رکھتا ہے، ایک زمیندار گندم کے بیج کو کیوں سنبھالتا پھرتا ہے؟ صرف اسی لئے تو کہ باغبان جانتا ہے آم ایک فانی چیز ہے اور اُس کے فوائد اس کے فنا ہونیکے ساتھ ہی ختم ہو جائیں گے اسی لئے وہ اسکی گٹھلی کی حفاظت ضروری سمجھتا ہے۔ اسی طرح ہر کسان جانتا ہے کہ ایک دفعہ کی پیدا کی ہوئی گندم ہمیشہ نہیں رہ سکتی اس لئے وہ دوبارہ اس کی پیداوار کا انتظام کرتا ہے۔ اور اسی لئے دُنیا گائے، بکری، بھینس وغیرہ جانوروں کے وجودوں کو باقی رکھنے کے سامان کرتی ہے۔ کیا ہر انسان کی شادی کا نظام بھی اس حقیقت کو آشکارا نہیں کرتا کہ مٹ جانیوالی ہستیوں کے قائم مقام کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ اصل کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن صفحہ ۵ پر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دُنیا کے وجودوں سے اعلیٰ اور اشرف ہے ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت رکھے۔ سو اس غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا۔ تا دُنیا کبھی اور کسی زمانے میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔"

(۳) یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ ہر انسان اپنے اندر نیکی اور بدی کو اختیار کرنے کا مادہ لیکر پیدا ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ کہ ہم نے انسان کو ایسے مادہ سے پیدا کیا جو اپنے اندر نیکی اور بدی کا مشترکہ جوہر رکھتا تھا چنانچہ واقعات بتا رہے ہیں کہ انسان دونوں خاصیتیں اپنے اندر رکھتا ہے اور دونوں کا مختلف اوقات میں اظہار کرتا رہتا ہے۔ یہ اظہار انفرادی حیثیت بھی رکھتا ہے اور اجتماعی بھی۔ یعنی جیسے ایک ہی انسان سے کبھی نیکی اور کبھی بدی کا اظہار ہو جاتا ہے اسی طرح قومی طور پر یا اجتماعی طور پر بھی ایک قوم بحیثیت قوم کبھی اعلیٰ درجہ کا معیار قائم کئے ہوتے ہوتی ہے مگر کبھی وہ ایسی گرتی ہے کہ باقی لوگوں کے لئے عبرت کا سامان بن کر رہ جاتی ہے۔

ایک سوال کا جواب اس جگہ ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ نیکی اور بدی ہے کیا چیز؟ کس طرح معلوم ہو کہ فلاں بات بُری ہے اور فلاں اچھی۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان اپنی خاصیت ذاتی کی وجہ سے بعض چیزوں کو اچھا سمجھ لیتا ہے

اور بعض کو بُرا قرار دے لیتا ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ جس بات کو اچھا سمجھا جاتا ہے وہ فی الواقعہ اچھی ہی ہو، یا جس بات کو بُرا سمجھتا ہے وہ فی الواقعہ بُری ہی ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ بعض انسانوں نے بعض باتوں کو مفید سمجھ کر اختیار کیا مگر بعد میں وہ بُری ثابت ہوئیں اور بعد میں پچھتانا پڑا۔ یہ اسلئے ہوتا ہے کہ انسان کا علم ذاتی اور کامل نہیں ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جس ہستی نے انسان کی فطرت میں نیکی اور بدی کا احساس پیدا کیا ہے وہ انسان کا خالق اور علیم کُل ہوتا ہوا خود ہی بتائے کہ اس کے لئے کونسی بات اچھی اور کونسی بُری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا کہ ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا اور ہم نے ہی اس کی راہنمائی فرمائی کہ کونسی بات اچھی اور کونسی بُری ہے۔ اور پھر اس کو اختیار دیا کہ جو راہ چاہے اختیار کرے۔ اور پھر دونوں باتوں کے انجام سے بھی آگاہ فرمایا۔ رہا یہ سوال کہ اللہ تعالےٰ نے ہدایت نامہ بھیجنے کا کیا طریق اختیار فرمایا؟ سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً کہ مَیں زمین میں اپنا نائب پیدا کرتا ہوں۔ اور اس کے ذریعہ ہدایت نازل کرتا ہوں جیسے فرمایا۔ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کہ میری طرف سے ہدایت آئے گی۔ جو میری ہدایت کا پیرو ہوگا وہ امن میں رہے گا اور جو انکار کریگا دُکھ پائے گا۔

مزید وضاحت گو مذکورہ بیان سے مسئلہ خلافت کا بُنیادی حل ہو جاتا ہے مگر مَیں مزید وضاحت قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات اور بزرگان سلسلہ کے اقوال سے کر دینا بھی مناسب خیال کرتا ہوں۔ سو گذارش ہے کہ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ

قرآن کریم سے ثبوت اُس نے پانچ قِسم کی خلافتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اوّل و دوم تو ایسی خلافتیں ہیں جن کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے آیت استخلاف میں لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کہکر فرمایا ہے جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی دُنیا میں وہ خلیفے بناتا رہے گا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بناتا رہا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بنانے کے دو ہی طریق تھے۔ اوّل یہ کہ اللہ تعالےٰ خود کسی شخص کی خلافت کا اظہار اپنی وحی کے ذریعہ فرماتے۔ جیسے فرمایا يَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ اے داؤد! ہم نے تجھے خلیفہ بنایا۔ نیز فرمایا اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً مَیں نے آدمؑ کو خلیفہ بنایا۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ دونوں بزرگ ہستیاں (یعنی حضرت داؤدؑ اور حضرت آدمؑ) مقامِ نبوت پر فائز تھے۔

ان آیات سے ثابت ہو گیا کہ جس شخص کی خلافت کا اظہار اللہ تعالیٰ اپنی خاص وحی سے فرائے وہ نبی اللہ ہوتا ہے۔ تو اس بات کا ذہن میں آجانا کچھ مشکل نہیں رہ جاتا کہ اللہ تعالےٰ نے آیت استخلاف میں جو اُمتِ محمدیہ میں خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس وعدہ کے مطابق جب کسی شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ اپنے خاص کلام اور خاص وحی کے ذریعہ فرمائیگا۔ اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ تو لازماً اس وحی کا مصداق ایسا خلیفہ ہوگا جو حضرت آدمؑ اور حضرت داؤدؑ کی طرح نبی اللہ ہوگا۔ لہذا خلافت کے مسئلہ کی وضاحت

کے لئے ہیں ایسی خلافت کو خلافۃ اللہ کے نام سے موسوم کرونگا۔

دوسرا طریق خلیفہ بنانے کا دوسرا طریق جو کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کے ارشاد کے ماتحت جاری تھا یہ تھا کہ جب کسی خلیفۃ اللہ کا وصال ہوجاتا تو اس کے بعد اس کی پیدا کردہ پاکیزہ و مطہر جماعت کے قلوب میں اللہ تعالیٰ یہ ڈال دیتا کہ تم میں سے سب سے بڑا تقویٰ شعار اور نورِ نبوت سے زیادہ فیض یافتہ اور نبی سے زیادہ مناسبت رکھنے والا فلاں وجود ہے۔ تب خلیفۃ اللہ کی جماعت بالاتفاق یا نمایاں اکثریت کے رنگ میں اس پاکیزہ وجود کو خلیفۃ الرسول تسلیم کرکے اسکے ہاتھ پر جمع ہوجاتی ہے۔ ایسے وجود کے لئے ضروری نہیں کہ خدا تعالیٰ اس کو اپنے کلام اور وحی سے مطلع فرمائے کہ میں نے تجھے اپنا خلیفہ مقرر کیا، ہاں اپنی فعلی شہادت اور زمینی اور آسمانی تائیدات سے ثابت کردیتا ہے کہ واقعی یہی شخص منصبِ خلافت کے لائق ہے۔ چنانچہ اسی سُنّتِ الٰہی اور وعدہ استخلاف کے مطابق حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ قدسیہ سے فیض یافتہ جماعت نے جب خلیفۃ اللہ (حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفۃ الرسول تسلیم کیا تو خدا تعالیٰ کی فعلی اور تائیدی شہادات نے اُن کی خلافت کو وعدہ استخلاف کا مورد ثابت کردیا۔ گو ان خلفاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے منہ سے "اِنَّا جَعَلْنٰكُمْ خُلَفَاءَ" نہیں فرمایا مگر تھے یہ بھی خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلفاء۔

خلاصۂ کلام خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الرسول میں مابہ الامتیاز یہ ہوتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اپنی وحی و الہام کے ذریعہ کسی فرد کو خلافت کے لئے نامزد فرمادے تو اُس کو خلیفۃ اللہ کہتے ہیں۔ جس کو دوسرے الفاظ میں نبی اللہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ خود تو کسی کے متعلق الہاماً "جعلناك خليفة" نہ فرمائے مگر نبی کی قائم کردہ جماعت اپنے میں سے اسے خلافت کے لئے منتخب کرے تو وہ خلیفۃ الرسول کہلائے گا اور اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور خاص نصرتیں ثابت کردیں گی کہ یہ دونوں قسم کے خلیفے خدا تعالیٰ کے ہی مقرر کردہ خلیفے ہیں۔

تیسری قسم کی خلافت عام مومنوں کی خلافت ہوتی رہی ہے یعنی موجود الوقت نبی کی جماعت گذشتہ نبی کی جماعت کے قائم مقام اور اُس کے ہمرنگ کردی جاتی ہے جو اُن نیکیوں اور تعلیم کی وارث بنتی ہے جو اُن سے پہلے انبیاء کی جماعتوں کے ذریعہ قائم کی گئی تھیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ یعنی خدا تعالیٰ ہی ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔

چوتھی قسم کی خلافت چوتھی قسم کی خلافت جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے، یہ ہے کہ جب کوئی قوم کسی نبی کے مقابل برسرِ پیکار ہو تو اس کو ہلاک کرکے یا کمزور کرکے اس کے علاقہ اور املاک وغیرہ کا وارث موجود الوقت نبی کی جماعت کو کردیا جاتا ہے خواہ نبی کا مقابلہ کرنیوالی جماعت پہلے کسی نبی کی تابع ہونے کا دعویٰ ہی کررہی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ (سورہ اعراف ع ۹) کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنے مخالفین سے کہا تھا کہ اے میری قوم! کیا تم کو یہ بات بھول گئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی مخالف قوم کو ہلاک کرکے تم کو اُن کی املاک کا وارث بنایا تھا۔ پھر تم اُن سے

سبق حاصل کیوں نہیں کرتے کہ کہیں تم کو بھی پہلی قوم کی طرح نیست و نابود کر کے تمہاری وارث دوسری قوم بنادی جائے۔ پھر فرمایا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ (سورہ اعراف ع[15]) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا کہ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر کے تمہیں اُن کی جگہ خلیفہ بنا دے۔

پانچویں قسم کی خلافت

پانچویں قسم کی خلافت ناخلفوں کی خلافت ہوتی ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں یوں آتا ہے کہ ایک قوم نبی پر ایمان لاتی ہے، اُس کی تعلیم کو دُنیا میں پھیلاتی ہے مگر جوں جوں زمانہ گذرتا جاتا ہے اُس قوم میں گمراہی اور بے دینی آتی جاتی ہے حتّٰی کہ وہ خدائی تعلیم کو بھلا کر دُنیا کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ جیسے فرمایا فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى۔ (اعراف ع[21]) یعنی کچھ لوگ نبی کی اطاعت کر کے اعمالِ صالحہ بجا لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ حُسنِ سلوک ہوتا ہے مگر ان پاک لوگوں کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہو جاتے ہیں جو کتاب کے وارث تو ہو جاتے ہیں اور سابقہ نیک لوگوں کے جانشین بنتے ہیں لیکن ان کی نظر دُنیا طلبی اور اس کی جاہ و حشمت کے حصول پر لگی رہتی ہے۔ اسی طرح فرمایا خَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ۔ یعنی سابقہ نیک لوگوں کے بعد ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے نمازوں کا پڑھنا ترک کر دیا اور شہوات کی اتباع شروع کر دی۔

یہ پانچوں قسم کی خلافتیں جن کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے ابتدائے آفرینش سے چلی آتی ہیں۔ اور جب تک دُنیا باقی ہے چلتی چلی جائیں گی۔ یعنی خلیفۃ اللہ بھی پیدا ہوتے رہیں گے جو الٰہی اوصاف کا دُنیا میں اظہار کرتے رہیں گے اور خلیفۃ الرسول بھی ہوتے رہیں گے جو نبیوں کا نمونہ دُنیا میں قائم کرتے رہیں گے کیونکہ خلیفۃ الرسول ہوتا ہی وہ ہے جو ظلّی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلّی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو" (شہادت القرآن صفحہ ۵۷)

پھر ایسے مومنین کی جماعت بھی پیدا ہوتی رہے گی جو صحابہؓ کے رنگ میں رنگین ہو کر اُن کی خلیفہ کہلائے گی اور ایسی قومیں بھی پیدا ہوتی رہیں گی جو کتاب اللہ کی وارث تو کہلائیں گی مگر دین سے لاپرواہ ہو کر لوگوں سے چندہ لیکر پیٹ پالنے کی خاطر اور نفسانیت کی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى کا مصداق بنتی رہیں گی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما بھی دیا تھا کہ مسلمان فقط نام کے رہ جائیں گے اور قرآن کے فقط نقش رہ جائیں گے۔ علماء بھی بگڑ جائیں گے اور عوام الناس بھی حتّٰی کہ یہود کی مماثلت اختیار کریں گے۔

خلافت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب بذریعہ الہام خلیفۃ اللہ قرار دیا (تذکرہ صفحہ ۱۸۹) اور فرمایا اردتُ ان استخلف فخلقت اٰدم (تذکرہ صفحہ ۶۶) کہ مَیں نے ارادہ کیا کہ مَیں کسی کو اپنا خلیفہ بناؤں تو مَیں نے

اس زمانہ کے آدم (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کو پیدا کیا۔ تو قرآن کریم کی اصطلاح کے مطابق آپ نبی اللہ (خلیفۃ اللہ) ہوئے۔ اور آپ کے خلیفۃ اللہ ہونے کی صورت میں ضروری تھا کہ خلیفۃ اللہ کا خلیفہ بھی ہو جو خلیفۃ الرسول کہلائے۔

چنانچہ اس بات کا ثبوت کہ خلیفۃ اللہ بھی اُمتِ محمدیہ میں پیدا ہوں گے اور پھر خلیفۃ الرسول بھی مقرر کئے جائیں گے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ پاک سے ملتا ہے جیسا کہ حضور نے فرمایا:۔

تکون النبوۃ فیکم ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعها اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علی منهاج النبوۃ ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعها اللہ تعالیٰ ثم تکون ملکاً عاضاً فتکون ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعها اللہ تعالیٰ ..... ثم تکون خلافۃ علی منهاج النبوۃ ثم سکت۔ (مشکوٰۃ باب الانذار والتحذیر)

ترجمہ:۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں نبوت یعنی میری نبوت جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی قائم رہے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اسکو اُٹھا لیگا۔ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگی) اور پھر منہاج نبوت پر خلافت قائم کی جائے گی (چنانچہ حضور کے بعد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت قائم ہوئی) یہ خلافت (یعنی خلافت راشدہ) کچھ وقت تک قائم رہنے کے بعد ختم ہو جائے گی اور پھر اس کی جگہ بادشاہت قائم ہو جائے گی اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ کیفیت قائم رہے گی۔ پھر اس کو بھی اللہ تعالیٰ اُٹھا دیگا (اور مہدی زمان اور عیسیٰ دوران آجائے گا) ..... جن کے ذریعے پھر خلافت قائم کی جائے گی جو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہلائے گی"۔

چنانچہ شارح حدیث نے اس حدیث کے نیچے لکھا ہے "الظاهر ان المراد به زمن عیسیٰ والمهدی" کہ یہ آخری خلافت جو قائم کی جائے گی یہ مہدی اور عیسیٰ کے بعد کی خلافت ہوگی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ قرار دیا ہے اسی لئے مسیح موعودؑ کے بعد کی خلافت، خلافت علیٰ منہاج نبوت کہلائے گی جو قیامت تک قائم رہے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلافت کے متعلق فیصلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی نبوت اور نبوت کے بعد الٰہی سُنّت کا ذکر کرتے ہوئے اپنے بعد خلافت کے سلسلہ کو ضروری قرار دیتے ہوئے اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتوں کے نزول کا باعث قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

(الف)۔ (اللہ تعالیٰ) "دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا

ہوجاتا ہے ..... تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر فرماتا ہے ..... جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین مرتد ہوگئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہوگئے۔ تب خدا تعالےٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کرکے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا۔ اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا۔ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ سو اے عزیزو! جب قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کرکے دکھلا دے۔ سو اَب ممکن نہیں کہ خدا تعالےٰ اپنی قدیم سُنّت کو ترک کر دے۔" (الوصیت)

حضرت اقدس علیہ السلام کی اِس عبارت سے مندرجہ ذیل تین نتائج نکلتے ہیں۔

(۱) یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک قدرتِ ثانیہ خلفاء کا ہی نام ہے۔ جیسا کہ حضورؑ فرماتے ہیں "تب خدا تعالےٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کرکے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔"

(۲) دوسرا یہ کہ حضرت اقدسؑ نے آیتِ استخلاف سے اُن خلفاء کا سلسلہ مراد لیا ہے جن کی ابتداء حضرت ابوبکرؓ سے ہوئی۔ جیسا کہ فرمایا "تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کرکے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا ... اور اُس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ۔"

(۳) تیسرے یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بھی خلفاء ہوں گے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ ابتلاؤں کو دُور کریگا۔ جیسے فرمایا۔ "سو اَب ممکن نہیں کہ خدا تعالےٰ اپنی قدیم سُنّت کو ترک کر دے۔"

(ب) حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"دوسرا طریق انزالِ رحمت کا ارسالِ مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے۔ تا اُن کی اقتداء و ہدایت سے لوگ راہِ راست پر آجائیں اور اُن کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔ سو خدا تعالےٰ نے چاہا کہ اِس عاجز کی اولاد کے ذریعے یہ دونوں شقیں ظہور میں آجائیں۔"

(سبز اشتہار)

حضورؑ کے اِس فرمان سے ظاہر ہے کہ آپؑ کے بعد خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا اور آپؑ کی اولاد میں سے بھی خلفاء ہوں گے۔

(ج) حضرت مسیح موعود علیہ السلام غیر مسلم اقوام کو صُلح کا پیغام دیتے ہوئے اپنی جماعت کی پوزیشن واضح کرتے ہوئے رقم فرماتے ہیں کہ:-

"جو لوگ ہماری جماعت سے ابھی باہر ہیں دراصل وہ سب پراگندہ طبع اور پراگندہ خیال

ہیں یا کسی ایسے لیڈر کے ماتحت وہ لوگ نہیں جو اُن کے نزدیک واجب الاطاعت ہے۔"

(رسالہ پیغام صلح)

(ح) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رسالہ پیغام صلح میں صلح کی شرائط درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:-

"اگر غیر مسلم صلح کی شرائط پر قائم نہ رہیں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوگی احمدی سلسلہ کے پیش رَو کی خدمت میں پیش کریں گے۔" (رسالہ[1] پیغام صلح)

(ط) حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام حدیث دمشقی منارہ پر مسیح کے نزول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"ثُمَّ یسافر المسیح الموعود او خلیفۃ من خلفائہ الی ارض دمشق کہ مسیح موعود یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ دمشق کی طرف سفر کریگا۔" (حمامۃ البشریٰ)

چنانچہ واقعات نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تشریح کی سچائی پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو منصب خلافت پر فائز فرمانے کے بعد یہ توفیق بخشی کہ آپ نے دمشق کا سفر اختیار فرمایا اور اس حدیث کو عملی طور پر پورا کر دیا۔

(ی) حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:-

"صوفیاء نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے۔ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دُنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے۔ اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا تعالےٰ کسی خلیفہ کے ذریعے اسے مٹاتا ہے اور پھر گویا اس امر کا ازسرِ نو اس خلیفہ کے ذریعے اصلاح و استحکام ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے کیوں اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کیا۔ اس میں بھی یہی بھید تھا کہ آپؐ کو خوب علم تھا کہ اللہ تعالےٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرمائے گا۔ کیونکہ یہ خدا ہی کا کام ہے ..... ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام بھی شیخ رکھا ہے۔ جیسے فرمایا انت الشیخ المسیح الّذی لایضاع وقتہٗ۔" (الحکم ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۰۸ء)

(ک) حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:-

"قرآن شریف میں اسی لئے لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ

---

[1] یہ رسالہ یعنی "پیغام صلح" حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد ۲۱ جون سنہ ۱۹۰۸ء کو بمقام پنجاب یونیورسٹی ہال لاہور پڑھا گیا۔ چونکہ حضور علیہ السلام وفات پا چکے تھے اسلئے حضرت خلیفہ اوّلؓ نے "احمدی سلسلہ کے پیشرو" کی حیثیت سے اسکی منظوری کا اعلان فرمایا جس کا ذکر اخبار الحکم جلد ۱۲ نمبر ۴۲ صٓ پر یوں مذکور ہے:-

"خواجہ صاحب (خواجہ کمال الدین) نے ایک خط حضرت خلیفۃ المسیح (اوّلؓ) کا پیش کر کے پڑھا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح (اوّل) نے خواجہ صاحب کو حضرت اقدسؑ کے اس مضمون یعنی "پیغام صلح" کے پڑھنے کی اجازت بحیثیت امام و مقتدیٰ ہونے کے دی تھی۔"

آیا ہے۔ جس سے قیامت تک خلفاء کی بعثت ثابت ہے۔" (بدر ۲ رجون ۱۹۰۸ء)

ان تمام حوالہ جات سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک حضورؑ کی وفات کے بعد سلسلۂ خلافت اُسی طرح جاری رہے گا جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کا سلسلہ اللہ تعالےٰ نے جاری فرمایا تھا۔

مسئلہ خلافت کے متعلق حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا فیصلہ:۔

(۱) "مَیں نے تمہیں بارہا کہا ہے اور قرآن مجید سے دکھایا ہے کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔" (بدر ۴ رجولائی ۱۹۱۲ء)

(۲) "مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا نے ہی خلیفہ بنایا ہے۔" (حوالہ مذکور)

(۳) "جس طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے اُسی طرح پر خدا تعالےٰ نے مجھے مرزا صاحبؑ کے بعد خلیفہ کیا۔"

(بدر ۱۱ رجولائی ۱۹۱۲ء)

(۴) خلافت پر اعتراض کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"خلافت کیلسری کی دوکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ تم اِس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں اَور کوئی بن سکتا ہے۔ مَیں جب مر جاؤنگا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اُس کو آپ کھڑا کرے گا۔ تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں کہ تم خلافت کا نام نہ لو۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اور اگر تم زیادہ زور دوگے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولیدؓ ہیں جو تم کو مرتدوں کی طرح سزا دیں گے ..... تھوڑے دن صبر کرو پھر جو میرے پیچھے آئے گا اللہ تعالیٰ جیسے چاہے گا وہ تمہارے ساتھ معاملہ کرے گا۔"

(بدر ۱۱ رجولائی ۱۹۱۲ء)

(۵) حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خلافت کی طرف نہایت لطیف الفاظ میں اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ایک نکتہ قابلِ یاد سُنانے دیتا ہوں کہ جس کے اظہار سے مَیں باوجود کوشش کے رُک نہیں سکتا۔ وہ یہ کہ مَیں نے حضرت خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ ان کو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا۔ اُن کے ساتھ مجھے محبت ہے۔ ۷۸ برس تک اُنہوں نے خلافت کی۔ بائیس ۲۲ برس کی عمر میں وہ خلیفہ ہوئے تھے۔ یہ بات یاد رکھو کہ مَیں نے کسی خاص مصلحت اور خالص بھلائی کے لئے کہی ہے۔"

(خطبہ جمعہ بدر ۲۷ رجنوری ۱۹۱۰ء)

نوٹ :۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی عمر ۱۹۱۰ء میں بائیس سال ہی کی تھی کیونکہ آپ کی پیدائش ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں ہوئی تھی۔

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات بالا سے مندرجہ ذیل پانچ نتیجے نکلتے ہیں :۔

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد خلافت کا سلسلہ اسی طرح جاری رہیگا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری رہا۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو منصب حضرت ابوبکرؓ کا تھا وہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا۔

(۳) حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے بعد بھی خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا۔

(۴) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد کے خلفاء خدا تعالیٰ ہی بنائے گا جیسا کہ پہلے بناتا رہا۔

(۵) ایسے خلفاء نہ کبھی پہلے معزول ہوئے نہ آئندہ ہو سکیں گے۔

غیر مبایعین کے نزدیک خلافت کا مسئلہ :۔ (۱) مولوی محمد علی صاحب خطبہ مندرجہ اخبار پیغام صلح ۲۷ فروری ۱۹۳۷ء میں فرماتے ہیں :۔

"میں پھر کہتا ہوں کہ نظام کی بنیاد ایک ہی بات پر ہے کہ اسمعوا و اطیعوا کہ سنو اور اطاعت کرو۔ جب تک یہ روح نہ پیدا ہو جائے، جب تک تمام افرادِ جماعت ایک آواز پر حرکت میں نہ آجائیں، جب تک تمام اطاعت کی ایک سطح پر نہ آجائیں ترقی محال ہے یہی اصول تھا جس نے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کے زمانہ میں مسلمانوں پر فتوحات کے دروازوں کو کھول دیا۔"

مولوی صاحب کے اخذ کردہ بالا فرمان سے صاف ظاہر ہے کہ اُن کے نزدیک جب تک جماعت احمدیہ میں حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمان رضی اللہ عنہم جیسے وجود نہ ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء مقرر کئے گئے تھے تب تک جماعت احمدیہ بھی ترقی نہیں کر سکتی۔

اخبار پیغام صلح کی رائے :۔

(الف) "ضروری ہے کہ ایک مرکزی شخصیت موجود ہو جس کا ہر حکم اس قانون کے ماتحت واجب التعمیل ہو اور کوئی فرد جماعت اس کی بجا آوری میں چون وچرا نہ کرے۔ اس امانت کی بہترین مثال زمانہ امارت ابوبکرؓ اور عمرؓ ہے۔ وہ قرآن کے تابع تھے۔ مگر کیا مجال کہ کوئی انکے احکام سے سرمو انحراف کر سکے۔"

(پیغام صلح ۲۷ فروری ۱۹۳۷ء)

حوالہ مذکور نہایت واضح ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ مرکزی نظام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ذریعے ہی قائم ہوئے تھے اور ایسے ہی وجودوں سے آئندہ بھی ہوں گے نہ کہ عام لوگوں کے ذریعے۔

(ب) "جب تک عنان ایک ایسے امیر کے ہاتھ میں نہ ہو جس کے ہاتھ پر عملی طور پر من، تن، دھن کی قربانی کی بیعت کی ہو مستقل اور پائندہ ترقی

محال ہے ...... یہ تبھی ممکن ہے جبکہ ایک واجب الاطاعت امیر کے ہاتھ میں جماعت کی باگ ڈور ہو۔ تمام لوگ اس کے اشارے پر حرکت کریں۔ سب کی نگاہیں اس کے ہونٹوں کی جنبش پر ہوں۔ اور جو ہی اس کی زبان فیض ترجمان سے کوئی حکم مترشح ہو سب بلا حیل و حجت اس پر عمل پیرا ہوں۔"

(پیغام صلح ۷؍ فروری ۱۹۲۷ء)

اس حوالہ میں بیان کردہ اوصاف سے ظاہر ہے کہ ایسی شان رکھنے والا امیر یا تو امیر بمعنی نبی ہو سکتا ہے یا اس کا خلیفہ کسی اور کو نہ ایسی قبولیت حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہوئی ہے۔ اہل پیغام کے نزدیک بھی امیر سے مراد خلیفہ وقت ہی ہے مگر ذرا خلافت کا لفظ منہ پر لانے سے حجاب آتا ہے اس لئے امیر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

خلاصہ خلاصہ کلام یہ کہ قرآن شریف کی تعلیم کی روشنی میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے ماتحت خلافت ایک نہایت لطیف اور دائمی روحانی نظام ہے جیسے شاید مذکورہ بالا تشریحات کے بعد عام لوگوں کے لئے بھی سمجھنا مشکل نہ ہو۔ حقیقت خلافت یہی ہے کہ خلیفۃ اللہ کا انتخاب خود خدا تعالیٰ کرتا ہے۔ اور خلیفۃ اللہ یعنی نبی کے بعد کی خلافت کا تقرر ایک طرف تو مومنوں کے انتخاب سے اور دوسری طرف خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ظہور پذیر ہوتا ہے جو اپنی روح میں تو جمہوریت کے قریب تر ہے مگر ظاہری صورت میں ڈکٹیٹر شپ سے ملتا جلتا نظر آتا ہے۔ مگر وہ حقیقی فرق جو خلافت دینیہ کو جملہ نظاموں سے بالکل جدا اور ممتاز کر دیتا ہے۔ وہ اس کا دینی منصب ہے۔ خلیفہ ایک انتظامی افسر ہی نہیں ہوتا بلکہ نبی کا قائم مقام ہونے کی وجہ سے اسے ایک روحانی مقام بھی حاصل ہوتا ہے۔ وہ نبی کی جماعت کی روحانی اور دینی تربیت کا نگران اعلیٰ ہوتا ہے جو لوگوں کے لئے اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہوتا ہے۔ اور اس کا قول و فعل لوگوں کے لئے سند قرار پاتا ہے۔ پس منصب خلافت کا یہ پہلو نہ صرف اسے دوسرے نظاموں سے ممتاز کر دیتا ہے بلکہ اس قسم کے روحانی نظام میں میعادی تقرر اور معزولی کا سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ منصب اس کے انتخاب کے دن سے لیکر اس کی وفات تک اس کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم خلافت کی اس روح کو سمجھ سکیں اور اس کی برکات اور اس کے ذریعے نازل ہونے والی رحمتوں سے تاقیامت متمتع رہیں۔ آمین!

اللہ تعالیٰ نے موسوی امت میں ایک عرصہ تک خلافت کو جاری رکھا۔ پھر موسوی شریعت بھی منسوخ ہو گئی اور وہ سلسلہ خلافت بھی منقطع ہو گیا۔ اسلام ایک زندہ مذہب اور اسلامی شریعت ہمیشہ قائم رہنے والی شریعت ہے اسلئے اسلامی خلافت کا سلسلہ بھی ہمیشہ قائم رہے گا۔ اس لحاظ سے اسلامی خلافت موسوی خلافت سے اعلیٰ و افضل ہے۔ اور اس دائمی خلافت کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا بلکہ تاقیامت جاری رہے گا+

خلافت کی اہمیّت

از جناب قاضی اکمل صاحب

خلافت موجبِ اجماعِ اُمّت ایک رحمت ہے ۔۔۔ خلافت باعثِ اعزازِ ملت ایک نعمت ہے
خلافت ارتقاءِ نسلِ انسانی کی صورت ہے ۔۔۔ یہ مؤمن صالح الاعمال کی جاوید دولت ہے
خلافت میں خداوندِ دو عالم کی نیابت ہے ۔۔۔ خلافت میں تمام اقوامِ عالم کی امامت ہے
خلافت لازم و ملزوم شانِ ہر نبوّت ہے ۔۔۔ خلافت بعد میں روشن نشانِ ہر رسالت ہے
خلافت ہی سے استحکام استمامِ شریعت ہے ۔۔۔ خلافت ہی سے قلع قمع کفر و شرک و بدعت ہے
خلافت سے نظامِ ملّتِ بیضا کی قوّت ہے ۔۔۔ خلافت سے نفاذِ امر و نہی پر حکومت ہے
خلافت سرِّ وحدت وجہِ تنظیمِ جماعت ہے ۔۔۔ یہی رُوحِ روانِ صدق و اخلاص و محبّت ہے
خلافت ہی میں پوشیدہ مسلمانوں کی رفعت ہے ۔۔۔ جو روگرداں ہوئے اس سے مجھے ان سے شکایت ہے

خلافت سے جو پھرتے ہیں ضلالت میں وہ گرتے ہیں ۔۔۔ خلافت کی اطاعت ربِّ اکبر کی اطاعت ہے
خلافت سے بدل جاتی ہے تقدیرِ اُمم جلدی ۔۔۔ یہ حسبِ وحیِ ربّانی وہی موعود ساعت ہے
خلافت میں بڑے چھوٹے بڑے چھوٹے بڑے ہونگے ۔۔۔ اِسی دُنیا میں قائم ہونے والی اِک قیامت ہے
خلافت قدرتِ ثانی ۔ نبوّت قدرتِ اوّل ۔۔۔ اگر یہ ابتدا کہیئے تو وہ انجامِ اُمّت ہے
خلافت سے مسلماں پھر مسلماں ہوتے ہیں اکثر ۔۔۔ یہ دَورِ خسروی آغاز ہونے کی علامت ہے

خلافت سے ہوا فرقان امرِ حق و باطل میں ۔۔۔ یہ ہر اسلامی گھر کے واسطے حصن و نظارت ہے
خلافت ہی نے کچلیں کچلیاں اس اژدھے کی ہیں ۔۔۔ بنی آدم کو ڈس لینا پُرانی جس کی عادت ہے
خلافت پر تصدّق مال و جانِ مومناں ہوگا ۔۔۔ کہ دینی دُنیوی آثار کی اُس سے حفاظت ہے
اِسی سے روز افزوں ہے ترقی اِس جماعت کی ۔۔۔ اِسی سے ہو رہی تنظیمِ مُلک و قوم و ملّت ہے
جماعت احمدیہ کا یہی اجماع ہے پہلا ۔۔۔ بقولِ اہلِ حلّ و عقد مضمونِ وصیت ہے

یہ جیسا ہو رہا ہے اور ہونا چاہیئے اکمل
خلافت سیّدی محمود احمدؓ کی خلافت ہے

خلافتِ موسوی اور خلافتِ محمدی میں مماثلت

آیتِ قرآنی وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا کی تفسیر!

(از جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب لاہور)

اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں مختلف انبیاء مبعوث فرمائے جو اپنے اپنے زمانہ میں صفاتِ الٰہیہ کے مظہر تھے۔ اسلئے ہر نبی اپنے وقت میں خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف نے بھی انہی معنوں میں حضرت آدمؑ کو اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً میں خلیفۃ اللہ کہا ہے۔ ان انبیاء میں سے بعض نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ حکومت بھی عطا فرمائی تھی۔ اور باقی کئی نبی بغیر ظاہری حکومت کے آئے۔

نبی کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کی یہ بھی قدیم سُنّت ہے کہ وحدتِ قومی کو قائم رکھنے کے لئے ہر نبی کے بعد اللہ تعالیٰ خلافت کو قائم کرتا رہا ہے۔ انبیاء کے بعد خلفاء کا کام بھی حکومتیں قائم کرنا نہیں ہوتا بلکہ روحانیت کا پھیلانا ان کا منشاء ہوتا ہے۔ گو بعض خلفاء بادشاہ اور سیاسی لحاظ سے حکمران بھی ہوئے مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر نبی یا خلیفہ بادشاہ ہو۔

اِسی سُنّت کے ماتحت اللہ تعالیٰ اُمّتِ محمدیہ میں بھی خلافتِ روحانی کو قائم کرنے کا وعدہ فرماتا ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ کہ اللہ نے اُن لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کرنیوالے ہیں کہ ان کو ضرور ضرور خلیفہ بنائے گا اِس زمین میں جیسا کہ اس نے خلیفہ بنایا تم سے پہلوں کو۔

اِس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا کہ وہ اسی قسم کے خلیفے بنائے گا جیسا کہ پہلی اُمّتوں میں اللہ تعالیٰ نے خلیفے بنائے۔ اب اُمّتِ محمدیہ کے خلفاء کے طریق کو سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ پہلی اُمّتوں کے خلفاء کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ یہ اسی قسم کے خلفاء ہونگے جو پہلے نبیوں کے بعد ہوئے۔

اب ہمیں قرآن شریف سے حضرت موسیٰؑ کی خلافت کا علم اِس آیتِ قرآنی سے ہوتا ہے۔ وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا وَقَالَ اللّٰهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ۔ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا

قُلُوْبَھُمْ قَاسِیَۃً یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِہٖ (سورۃ المائدہ)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ تشریعی نبی کی قوم کے اتحاد اور تنظیم روحانی کی تشکیل کو بیان فرمایا ہے۔ اور چونکہ نبوت غیر تشریعی بلاواسطہ کا رستہ ابھی تک کھلا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان خلفائے بنی اسرائیل کے عہد کو میثاقِ بنی اسرائیل کے الفاظ میں ہی بیان فرمایا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل سے بھی میثاق النبیین کی طرح ایک میثاق لیا۔ جس کے ماتحت ہم نے ان میں بارہ[۱۲] نقیب (غیر تشریعی بلاواسطہ نبی۔ تابع شریعت حضرت موسیٰؑ یا خلیفے یا مجددین) مبعوث فرمائے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ضرور میں تمہارے ساتھ ہوں یعنی میری مدد وحدتِ قومی کے ساتھ اسی وقت تک ہوگی جب تک تم اپنی روحانی ترقی کو برقرار رکھنے کے لئے نمازوں[۱] کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ اور میرے[۲] رسولوں پر ایمان لاؤ اور[۳] ان کی ہر طریق سے مدد کرو۔ اور تم[۴] اپنے مالوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں عمدگی کے ساتھ خرچ کرو۔ جب تم ان امور پر کاربند ہوکر اجتماعی طور پر کام کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جماعتی کمزوریوں کو دُور کر دے گا (کیونکہ خلیفہ کے ساتھ جماعت کا کمزور حصّہ بھی ترقی کرتا جاتا ہے) اور اس اجتماعی طور پر نقیب کے ساتھ مل کر کام کرنے کے نتیجہ میں ہم تمہیں دُنیاوی اور دینی طور پر ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی۔ پس تم میں سے جو اس کے بعد یعنی ۱۲ نقیبوں کی موجودگی میں انکار کرے گا پس وہ ضرور سیدھے رستہ سے بھٹک گیا یعنی جاہلیت میں مرے گا۔ پس ہم نے اُن کے اس عہد کو توڑنے کے سبب سے ان پر لعنت کی اور ہم نے اُن کے دلوں کو سخت بنا دیا (جس کے باعث وہ حضرت عیسیٰؑ کو بھی تسلیم کرنے سے محروم رہے) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک ۱۳۰۰ سال تک کی جو قومی تنظیم روحانی مقرر فرمائی تھی اُس کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ۱۲ نقیب یا خلیفے تھے جن کے ماتحت اور بھی کئی سو نبی ہر زمانے میں اپنے اپنے قبیلوں میں کام کرتے رہے۔ چنانچہ ان بارہ نقیبوں کے ناموں کا ذکر بھی قرآن شریف کی مختلف آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی نافرمانی کی وجہ سے کنعان کی حکومت تو یہود سے ۴۰ سال کے لئے ملتوی ہو چکی تھی مگر اس حکومت کی ابتداء حضرت یوشع بن نون پہلے خلیفہ سے شروع ہوئی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمَا (مائدہ ع۴) کہا دو آدمیوں نے اُن میں سے جو ڈرتے تھے اللہ تعالیٰ سے اور انعام کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اُن پر۔ یوشعؑ حضرت موسیٰؑ کے پہلے خلیفہ تھے۔ جنہوں نے کنعان میں اموریوں کو شکست دی اور بنی اسرائیل کے پاؤں کنعان میں جمائے۔

(۲) دوسرے خلیفہ وہ نبی تھے جنہوں نے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا جس کا نام تورات میں جدعون ہے۔ طالوت اور جدعون دونو ہم معنی لفظ ہیں۔ اور جس کے لشکر کی تعداد جنگ بدر والی ۳۱۳ صحابہؓ کی تعداد تھی جس کے زمانہ میں مدیانیوں کو شکست ہوئی اور کنعان میں بنی اسرائیل کی طاقت اور بڑھ گئی۔ اسی کی طرف قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے

الخلافة في الاسلام

قد وعدالله سبحانه تعالى بان يجعل من المؤمنين الذين يعملون الصالحات خلفاً في الارض وهذه الخلافة في الاسلام لن تنقطع ابداً" لأن الاسلام كحديقة غناء تؤتي ثمرها في كل حين باذن الله. وان الانبياء قبل نبينا المصطفى صلى الله عليه وسلم كانوا يبعثون الى اقوامهم خاصة ولكن سيد الانبياء محمداً" صلى الله عليه وسلم بعث الى الناس كافة وكان دينه ديناً عالماً" خالداً" فالخلفاء في امته ولرفع لواء دينه يبعثون الى ان يرث الله الارض ومن عليها وقال الله في كتابه العزيز وعدالله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امناً" يعبدونني لا يشركون بي شيئاً ومن كفر بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون و ان هذه الاية تبشر المؤمنين الصالحين بدوام خلافة الله فيهم و دوام نصره لهذا الدين الحنيف —

وقد كان الخلفاء في الذين سبقونا ولكن بما ان الديانات القديمة قد انتهت مدتها ونسخت شريعتها فلذلك بقيت فيهم الخلافة الى امد محدود ولكن لما ان الدين الاسلامي باقياً" الى ابد الدهر فالخلافة في الاسلام تقوم الى آخر الدهر و هؤلاء الخلفاء مهما ارتفعت مكانتهم و مهما اتسعت دائرة عملهم يكونون تابعين للشريعة الاسلامية الغراء وهذا كان فيما غبر من القرون الخالية بعد بزوغ فجر الاسلام، تارة كانت الخلافة والدولة معاً و طوراً" كانت الخلافة روحية محضة و على كل لم تزل الخلافة باقية في امة خير الورى صلى الله عليه وسلم ولن تزال باقية ان شاء الله —